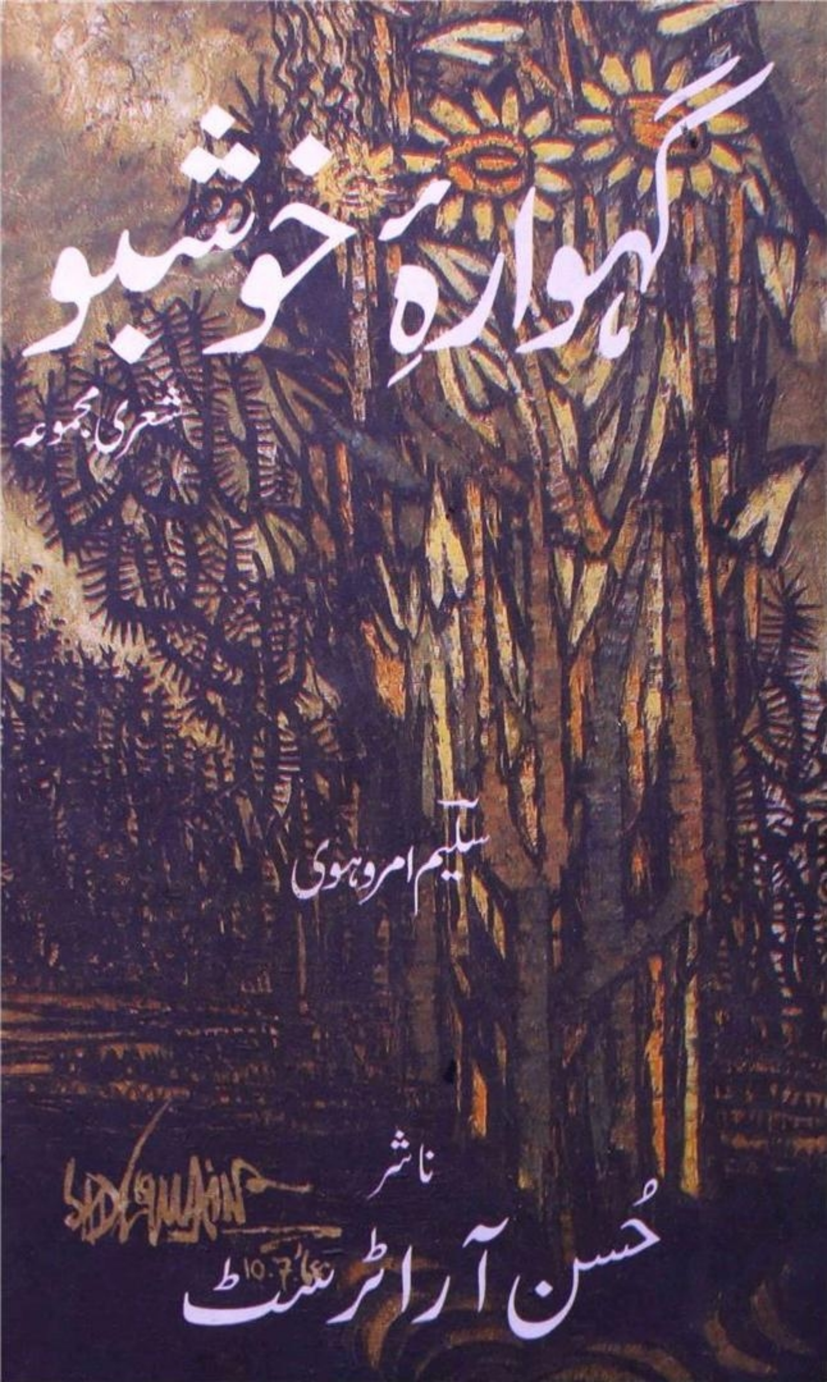
گہوارۂ خوشبو
شعری مجموعہ
سلیم امروہوی
ناشر
حسن آرا ٹرسٹ

گہوارۂ خوشبو

شعری مجموعہ

مصنّف

سلیم امروہوی

ناشر

حُسن آرا ٹرسٹ

سلیم امروہوی کا ''گہوارۂ خوشبو''

سید شریف الحسن نقوی

جس وسیع وعریض دنیا میں ہم زندگی بسر کررہے ہیں اسے علمی انکشافات اور اطلاعاتی تکنیک نے ایک عالمی گاؤں میں تبدیل کردیا ہے۔ ہم مختلف مذاہب، بے شمار ادیان، مختلف النوع ثقافتی، علمی اور ادبی افکار سے ہر دن دو چار ہوتے رہتے ہیں۔ ان افکار کے درمیان اگر ایک طرف مسابقت اور رقابت کا اظہار ہوتا ہے تو دوسری طرف مثبت اور پرامن باہمی تعاون کا جذبہ بھی کارفرما نظر آتا ہے۔ عصر حاضر کی سرعت نے بشریت کو حیرانی میں ڈال دیا ہے۔ ہندوستان جیسے عظیم ملک میں بے شمار زبانوں میں بھی عظمت و برتری کی دوڑ ہو رہی ہے۔ ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ بوجوہ علمی اور ثقافتی رقابت میں لسانی تعصب نے جگہ پالی ہے۔ اس بے جا اختلاف نے سب سے زیادہ اردو زبان کو متاثر کیا ہے مگر آج بھی ایسے مفکرین، دانشور، شاعر اور ادیب موجود ہیں جو فراغ دلی سے کام لے کر اردو کو اس کا جائز مقام دلانے کے لیے کوشاں ہیں۔ سلیم امروہوی بھی اس تکلیف دہ کرب کا احساس آٹھ سال کی عمر سے کررہے ہیں۔ اس کم عمری میں شاعروں سے قربت اور مشاعروں کی شرکت نے ان کے اندر اردو کے فروغ کا جذبہ بیدار کردیا ہے تبھی تو وہ کہتے ہیں۔

پیار کرنے لگے گا دشمن بھی
آپ اردو تو بول کر دیکھیں

اردو کی شیرینی کے سبھی قائل ہیں، خواہ وہ شاعر اور ادیب ہوں یا سماجی مصلح اور سیاست داں، اردو ہماری گنگا جمنی تہذیب کی جنم داتا ہے۔ اس کے دامن میں وہ بیش بہا لعل موجود ہیں جو ہمیں چکبست، رتن ناتھ سرشار، جگن ناتھ آزاد اور فراق گورکھپوری جیسے ادیبوں اور شاعروں کی یاد دلاتے ہیں۔ بین المذاہب یک رنگی نے اردو کو قبول عام عطا کیا تبھی تو سلیم

نظمیں

نماز کی سماجی اہمیت

نماز ہم کو بچاتی ہے ہر بُرائی سے
نماز جینا سکھا دیتی ہے صفائی سے
نماز دل سے کدورت کو دور کرتی ہے
اسی نماز میں ملتا ہے بھائی بھائی سے

زمانے بھر کی خلش کو بھُلا کے دیکھ ذرا
خُدا کی راہ میں سر کو جھُکا کے دیکھ ذرا
بڑا رحیم ہے رزّاق ہے کریم ہے وہ
دعا کے واسطے تو ہاتھ اُٹھا کے دیکھ ذرا

رہے خیال کے آخر نماز کیسی ہو
دل و دماغ کہیں اور ہوں نہ ایسی ہو
پھر اُس کے بعد کوئی بھی دعا نہ رد ہوگی
بتائی جیسی نبیؐ نے نماز ویسی ہو

وضو کرو کہ غلاظت کو دور کرنا ہے
وضو کرو کہ نجاست کو دور کرنا ہے
رہے خیال کے مسجد میں جب بھی داخل ہوں
نمازیوں سے کدورت کو دور کرنا ہے

غرور سے بھی بچا دیتی ہے نماز ہمیں
وفا کا درس سکھا دیتی ہے نماز ہمیں
زمانے بھر کی یہ الجھن سے دور کرتی ہے
خدا کی راہ دکھا دیتی ہے نماز ہمیں

سلیقہ بھی تو سکھا دیتی ہے نماز ہمیں
پڑوسیوں سے ملا دیتی ہے نماز ہمیں
یہ ہم کو راہِ جہنم سے روک لیتی ہے
بہشت کا بھی پتہ دیتی ہے نماز ہمیں

ہمیں بناتی ہے پابند وقت کا یہ نماز
اسی نماز میں ہوتا ہے حق سے راز و نیاز
رہے خیال دعاؤں میں پھر نماز کے بعد
کہ پھر چھپا نہ ہو خالق سے اپنے کوئی بھی راز

نجات کے لئے رستہ بھی کھولتی ہے نماز
غرور کو بھی یہ انساں کے توڑتی ہے نماز
یہی نماز تو دیں کا ستون ہے یارو
جو دل ہیں دور یہ اُن کو بھی جوڑتی ہے نماز

مگر نمازی تو اے دوست وہ بشر بھی تھے
لئے جو نیزوں پہ قرآن جیسے سر بھی تھے
خیال رکھنا کہ وہ نام کے مسلماں تھے
وہ دشمنانِ محمدؐ تھے جانور بھی تھے

خدُا کی راہ میں کربل میں اپنا گھر دیکر
نماز شہؑ نے بچائی جواں پسر دیکر
خدُا کے واسطے اِس سے نہ ہونا تم غافل
حسینؑ اِس کو بچا کر گئے ہیں سر دیکر

نماز سے جو ہے غافل وہ دل میں یہ سوچے
کہ اِس نماز سے ہوتے ہیں فائدے کتنے
نمازی بن کے سمجھ پائے گا نماز ہے کیا
ادا نماز کرے چین روح و دل کو ملے

سلیم کے لئے اب یہ بھی اک دعا ہو جائے
بھلا یہ کام سمجھ کر کرو بھلا ہو جائے
نماز پڑھتا رہوں مرتے دم تلک یونہی
نہ ایسا وقت کبھی آئے جو قضا ہو جائے

☆☆☆

شاہ ولایتؒ

مجھ پر بھی کرم کیجئے یا شاہ ولایتؒ
سن لیجیے اس دل کی صدا شاہ ولایتؒ

ہے آپ کا دربار جہاں بن کے سوالی
ہر مذہب و ملت کا ملا شاہ ولایتؒ

دنیا میں کرو بات فقط امن واماں کی
یہ آپ نے پیغام دیا شاہ ولایتؒ

یہ آپ کا ہے فیض جو امروہہ میں اب تک
ہر دور میں ہی امن رہا شاہ ولایتؒ

درگاہ میں وہ آپ کی پھر ڈس نہیں سکتا
جب ہاتھ پہ بچھو کو لیا شاہ ولایتؒ

پھر نفرتوں کا زہر کہاں کام کرے گا
نام آپ کا گر لب پہ رہا شاہ ولایتؒ

اس وقت دوا بن کے اثر کر گیا پانی
نام آپ کا جب لے کے پیا شاہ ولایتؒ

ہاں آپ کے در سے ہی تو صدقے میں علیؓ کے
کیا کچھ نہیں دُنیا کو ملا شاہ ولایتؒ

اب یہ بھی سلیم آپ زمانے کو بتادیں
جو سنتے ہیں بافضلِ خدا شاہ ولایتؒ

☆☆☆

قطعات

فرض سے اپنے رخ کو موڑا نہیں
اس لیے رب نے تنہا چھوڑا نہیں
کیوں مخالف زمانہ ہو میرا
میں نے جب دل کسی کا توڑا نہیں

کہتے ہیں۔

تہذیب میں جو ڈھالے
دراصل وہ اردو ہے

''خوب تر'' کی تلاش میں سرگرداں رہنے والے ہمارے نوجوان شاعر، سیّم کے لیے احمد فرازؔ نے صحیح کہا ہے کہ ''ان کی شاعری ترقی کی راہ پر گامزن ہے'' یہ محض احمد فرازؔ کا ہی ذاتی خیال نہیں ہے بلکہ ان کی آواز میں آواز ملا کر کیفؔ بھوپالی بھی اپنے انداز سے اس حقیقت کی طرف لطیف اشارہ فرماتے ہوئے ان کے لیے کہتے ہیں۔

بھٹکے مسافروں کے لیے رہنما لکھوں
تجھ کو اندھیری رات کا روشن دیا لکھوں

سیّم امروہوی کا پہلا شعری مجموعہ ''سرمایۂ نجات'' حمد، نعت، منقبت، کے بعد یہ دوسرا شعری مجموعہ ''گہوارۂ خوشبو' آپ کے ہاتھ میں ہے اس کی ورق گردانی یہ واضح کرتی ہے کہ انھوں نے ادبی روایات کا پورا احترام اور لحاظ کیا ہے۔ حمد، نعت کو انھوں نے اولیت دی ہے۔ عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ غزل گو شاعر، غزل میں اپنے فن کا بہترین مظاہرہ کرتا ہے مگر دیگر اصنافِ سخن کے ساتھ وہ پورا انصاف نہیں کر پاتا لیکن سیّم کے یہاں اس کے برخلاف حمد اور منقبت میں بھی ان کی طبیعت کی پوری جولانی نظر آتی ہے۔ پوری عقیدت کے ساتھ وہ کہتے ہیں۔

ایمان یوں ہی سب پہ عیاں کیجیے اپنا
سر سجدۂ خالق میں جھکا دیجیے اپنا

'لم یلد ولم یولد' کو انھوں نے اپنے محض ایک مصرع میں کس خوبی سے نظم کیا ہے، آپ بھی دیکھئے اور سر دھنئے۔

ع۔ اولاد ہے جس کی نہ کوئی جس کا پدر ہے

آپ ان کے شعر اور مصرع سے بہ آسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ وہ بنیادی طور

O

اے منتظرؔ! سلام ہمارا قبول کر
تو عزم و حوصلے کے ہمالے پہ کھڑا ہے
ظالم زمانے بھر کے چھپائے ہوئے ہیں منہ
جس دن سے بشؔ کے منہ پہ تیرا جوتا پڑا ہے

☆☆☆

اے منتظرؔ جہاں میں کسی نے بھی آج تک
سوچا نہ تھا یہ کام بھی کر سکتا ہے جوتا
مارا ہے جب سے تو نے اسی روز سے یہ بشؔ
جس سے بھی ملا کرتا ہے بس تکتا ہے جوتا

☆☆☆

○

نہ تو پھل اتنے ضروری ہیں نہ میوہ ان کو
مرغ دو کھانے میں چاہے نہ انھیں مچھلی دو
اپنے بچوں کو جو انسان بنانا ہے تمھیں
اے مرے دوستو تعلیم انھیں اچھی دو

☆☆☆

ہمارے عالمِ دیں دے گئے ہیں یہ پیغام
تمام جہل کی زنجیریں علم کاٹتا ہے
نہیں ہے بخل کی اس میں ذرا بھی گنجائش
وہی ہے عالم و فاضل جو علم باٹتا ہے

☆☆☆

O

بچے جو سہہ رہے ہیں فلسطین میں ستم
پروردگار کوئی تو لائے نکال کے
اور سازش یہود سے پردہ بھی اب ہٹے
دراصل ہیں یہودی یزیدی خیال کے

☆☆☆

جو ڈھا رہا ہے ارضِ فلسطین پر ستم
ظالم ہر اک نگاہ میں وہ اسرائیل ہے
انسانیت سے جس کا نہیں کوئی واسطہ
دل میں جو چبھتی رہتی ہے ایسی یہ کیل ہے

☆☆☆

○

ایک اک لفظ تولنا ہے مجھے
تب کہیں جاکے بولنا ہے مجھے
اسکے چہرے کا رنگ ایسے اُڑا
جیسے اک راز کھولنا ہے مجھے

☆☆☆

اِس ہتھیلی پہ اُس کا نام لکھا
لکھ کے جلدی مٹا دیا میں نے
کہیں ایسا نہ ہو کوئی دیکھے
اُس کو رسوا نہیں کیا میں نے

☆☆☆

O

وقتِ آخر قریب ہے یارو
حال کتنا عجیب ہے یارو
کس قدر خوش نظر وہ آتا ہے
جو بظاہر غریب ہے یارو

☆☆☆

کچھ تو سنسار کی باتیں کرلیں
اور اخبار کی باتیں کرلیں
آج کے دور میں یہ کس سے کہیں
آؤ کچھ پیار کی باتیں کرلیں

☆☆☆

O

کسی نے پوچھا جو اُن سے کہ آنکھ کیوں نم ہے
وہ ہنس کے کہنے لگے کیا بتائیں کیا کم ہے
مجھے زمانے کی خوشیاں سبھی نصیب ہوئیں
ملا نہ تھوڑا سا غم بس مجھے یہی غم ہے

☆☆☆

چلیں نہ تن کے زمیں پر مرے حُضور اتنا
یہ زیب دیتا نہیں آپ پر سرور اتنا
رہے خیال کے ہم صرف خاکی بندے ہیں
پسند کرتا نہیں ہے خُدا غرور اتنا

☆☆☆

O

عزّت نہیں کروگے اگر والدین کی
اولاد سے پھر اپنی ہمیشہ ڈرو گے تم
جو دیکھتے ہیں بچّے وہی کرتے ہیں سدا
وہ بھی یونہی لڑیں گے جو لڑتے رہو گے تم

☆☆☆

کیوں سمجھتے نہیں ہو بات کو تم
دن سمجھ لیتے کیوں ہو رات کو تم
دوسروں کے بھروسے مت بیٹھو
اپنی خود بدلو کائنات کو تم

☆☆☆

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

O

ڈھونڈنے نکلے ہو شریک حیات
حسن ہی یار میں تلاش کرو
حسنِ صورت پہ مت چلے جانا
حسن کردار میں تلاش کرو

☆☆☆

پیدا کہاں پہ ہوں یہ نہیں ہم کو اختیار
لیکن یہ اختیار ہے شادی کہاں کریں
گر چاہتے ہیں آپ کہ اولاد نیک ہو
ملتا جہاں مزاج ہو رشتہ وہاں کریں

☆☆☆

○

بے وفائی کی نہ تہمت تو لگانا ہم پر
ہم نے رستے ترے ہر شام وسحر دیکھے ہیں
کیا یہ اچھا ہو کہ میں اُن کا کروں ذکر سلیم
میں نے دنیا میں جو کچھ اہلِ نظر دیکھے ہیں

☆☆☆

بھائی کا بھائی قتل کرتا ہے
اور پھر اُس کی آنکھ نم بھی نہیں
کیوں درندوں کا خوف ہو دل میں
اب درندوں سے کوئی کم بھی نہیں

☆☆☆

پر مذہب سے قریب ہیں۔ ان کے پاس اسلامی علم بھی ہے اور اسلامی تعلیمات پر عمل بھی۔ تبھی تو ''سجدۂ خالق'' میں وہ سر بہ سجود ہونے کو اپنے ایمان کا مظہر تصور کرتے ہیں۔

حمد کے بعد وہ نعت پیش کرتے ہیں۔ نبی آخر کی عظمت اور مقبولیت کو وہ مختلف پہلوؤں سے پیش کرتے ہیں۔ کبھی معبودِ حقیقی کی ان پر کرم فرمائیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ کبھی دورِ جہالت کی ستم آرائیوں میں عزم و استقلال کے ساتھ تبلیغ کی تشریح کرتے ہیں اور کبھی ان کی سیرت مبارکہ کو پیش کر کے ہم گنہ گاروں کو ان کے احکامات کی طرف مائل کرتے ہیں۔ اسی سلسلے میں کہتے ہیں ۔

سیرت محمدؐ پہ جس نے بھی نظر ڈالی
وہ بشر اسی لمحہ ہوگیا محمدؐ کا

یہ تاریخ ساز اعلان صرف اس کی زبان سے ہوسکتا ہے جس نے سیرت طیبہ کا وسیع مطالعہ کیا ہو اور دیکھا ہو کہ لوگ دیوانہ وار ان پر فریفتہ ہوتے تھے۔ دنیا بھر کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے مگر ایک بار ان کے جادے پر چل کر پلٹ جانے کا نام بھی نہیں لیتے تھے۔

ان کی عقیدت کا سلسلہ یہاں ہی نہیں رکتا۔ وہ عزت و احترام سے آگے بڑھتے ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں سر جھکانے والا، محمد مصطفٰیؐ کی بارگاہ میں عقیدت کا نذرانہ چڑھانے والا، ہمارا شاعر ائمہ معصومین کی بھی مدح سرائی میں کسی سے پیچھے نہیں رہتا۔ جہاں تمام ائمہ کی بارگاہ میں خلوص و محبت سے مدح کے پھول چڑھاتے ہیں۔ وہاں تیسرے امام، شہید کربلا، امام حسینؑ کی پیاس کو اپنے منفرد انداز سے پیش کرتے ہیں، سبھی مورخین اور شعراء نے امام کی پیاس کی شدت کو پیش کیا ہے۔ ان سب کا اندازِ بیان یہ ہے کہ امام پانی سے محروم رکھے گئے مگر سلیم نے انداز بدل کر کیا خوب کہا ہے کہ ۔

اس کے لبوں کے چھونے کو پانی ترس گیا
یہ کون کہہ رہا ہے کہ پیاسا حسینؑ ہے

اپنے اس شعر سے سلیم نے کربلا کے پیاسوں کی کیفیت کو منزلت عطا کی ہے جو

O

رستے سے جو پتھر کو ہٹایا تم نے
ٹھوکر سے ہے انساں کو بچایا تم نے
در اصل تو اسلام یہی کہتا ہے
ایمان ہے کیا اپنا دکھایا تم نے

☆☆☆

نہ رکھیں علم سے ہرگز بھی دور بچوں کو
جہاں میں سب سے بڑا فرض والدین کا ہے
جو علم پاکے کہیں کوئی بن گیا لایق
تو یاد رکھنا اسے قرض والدین کا ہے

☆☆☆

O

جو زندگی بھی جئیں زندگی ہو با مقصد
کریں وہ کام کے جس سے ہو سب کو حیرانی
مزا تو جب ہے کہ ہم دوسروں کے کام آئیں
کسی کو ذات سے اپنی نہ ہو پریشانی

☆☆☆

کچھ

یادگار تصویریں

صدر جمہوریہ ہند گیانی ذیل سنگھ صاحب کے ساتھ رسمِ شمع کے موقع پر ایک عالمی پروگرام میں۔

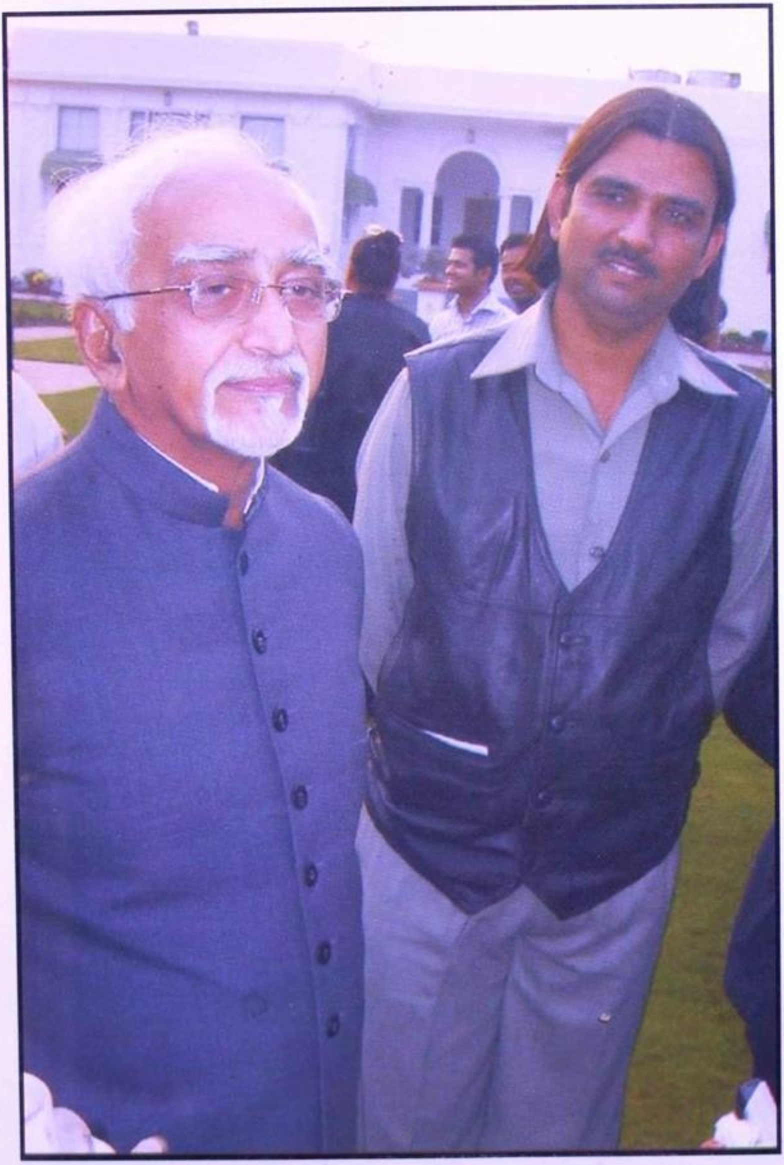

وی پی ہاؤس میں ایک علمی تقریب میں نائب صدر جمہوریہ ہند حامد انصاری صاحب کے ساتھ۔

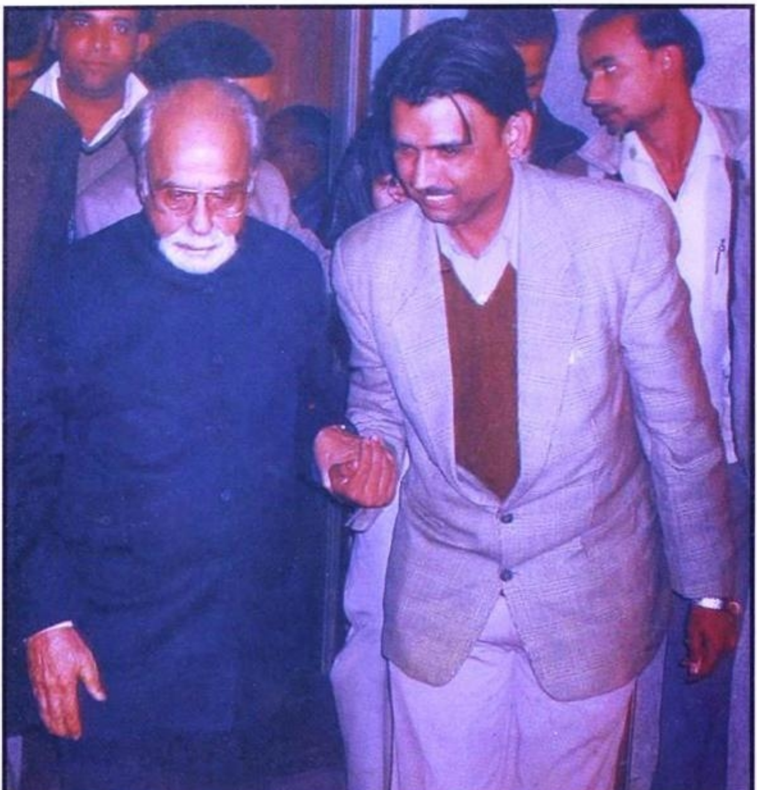

اندر کمار گجرال صاحب وزیرِ اعظم ہند کا ایک ادبی تقریب میں استقبال کرتے ہوئے۔

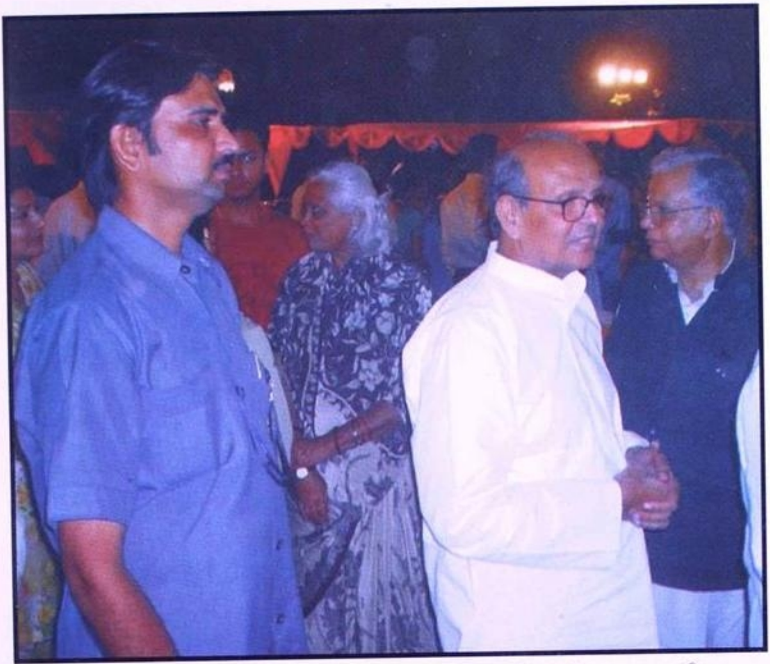

راجہ وی پی سنگھ صاحب وزیرِ اعظم ہند و بیگم راجہ وی پی سنگھ اور عمار رضوی صاحب وزیر اتر پردیش کا
ایک ادبی پروگرام میں خیر مقدم کرتے ہوئے۔

سینئر کانگریسی رہنما محترمہ محسنہ قدوائی و ڈاکٹر محسن ولی کا ایک ادبی تقریب میں استقبال کرتے ہوئے

جناب احمد فرازؔ (پاکستان) اور جناب عاشور کاظمی (لندن) کے ساتھ پروگرام میں شرکت کے
لئے آڈیٹوریم میں داخل ہوتے ہوئے۔

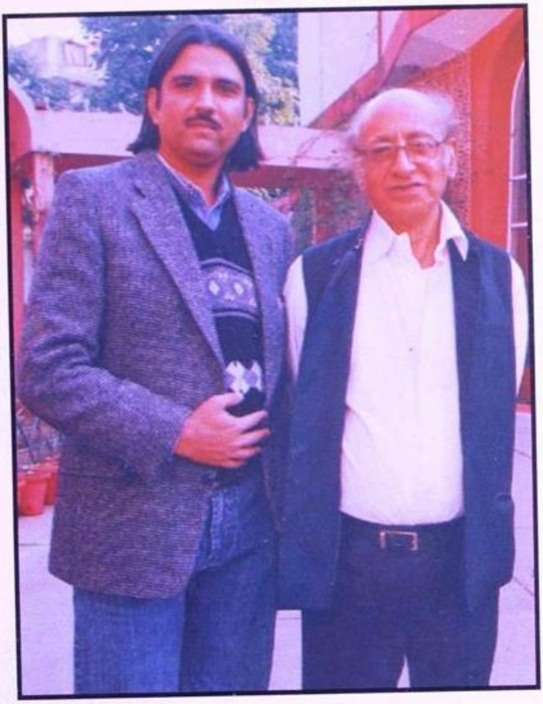

مشہور شاعر ندا فاضلی صاحب کے ساتھ۔

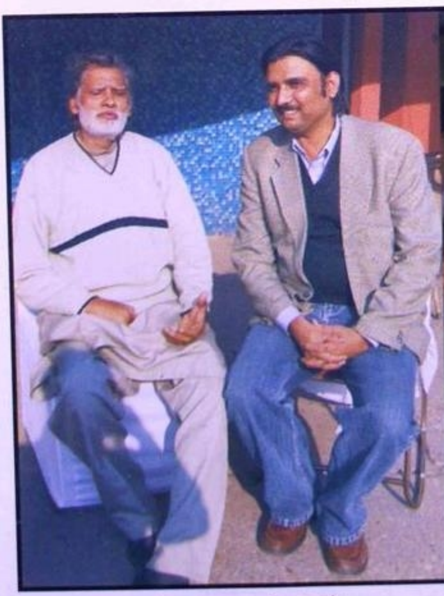

مشہور شاعر [illegible]

مشہور شاعرہ کشور ناہید (پاکستان) کے ساتھ

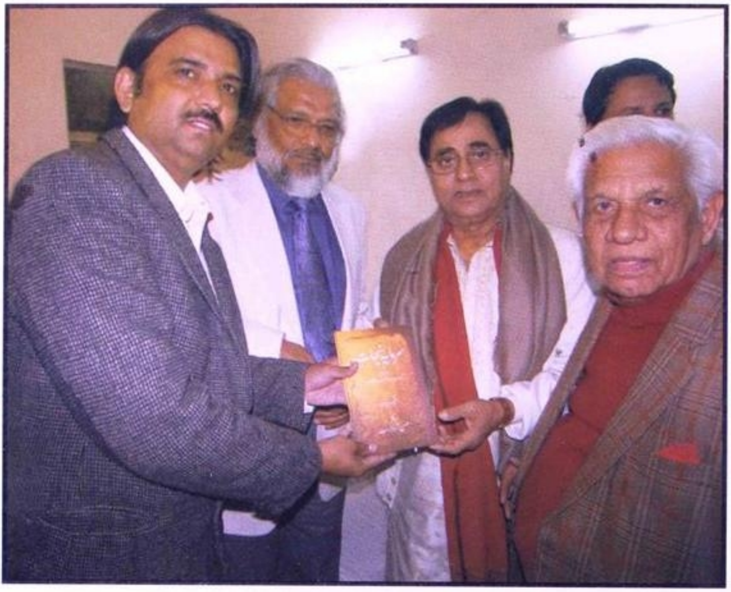

معروف غزل سنگر جگجیت سنگھ کو اپنی تازہ تصنیف ''سرمایۂ نجات'' (مجموعہ حمد، نعت و منقبت) پیش کرتے ہوئے۔ ساتھ میں کشمیری لال ذاکر و عبدالرحمن صاحبان۔

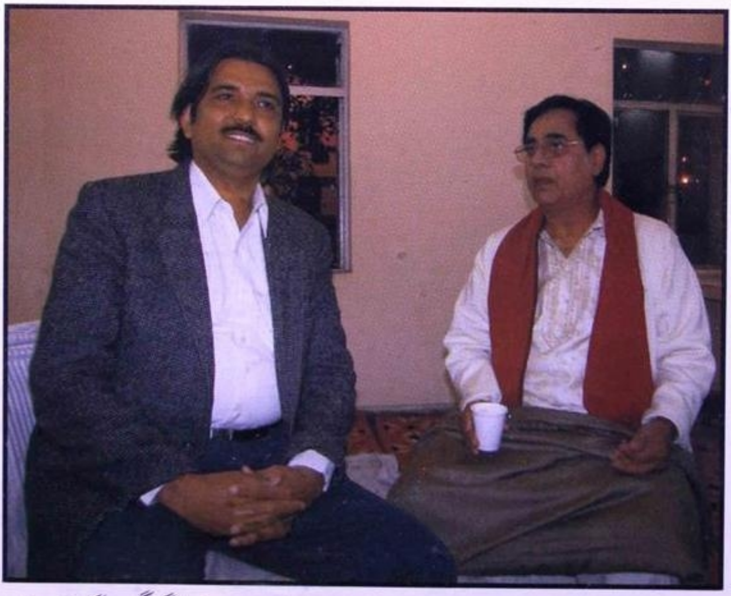

غزل سنگر جگجیت سنگھ کے ساتھ

اس کا حق ہے۔ جی چاہتا ہے کہ یہ شعر بار بار پڑھوں، بار بار سنوں اور حسین کی پیاس پر قربان ہو جاؤں۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ امروہہ کا نام آئے اور شاہ ولایتؒ کا ذکر نہ ہو۔ اس عظیم بزرگ نے امروہہ کو اپنے کشف و کرامات سے وہ مرتبہ اور مقام عطا کیا ہے کہ آج بھی ان کے عقیدت مندوں میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک ہیں۔ دونوں ان کے آستانے پر حاضری دیتے ہیں۔ کسب فیض کرتے ہیں اس سے ایک سماجی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ آج جب سارے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کی تباہ کاریاں مچی ہوئی ہیں۔ امروہہ میں امن وسکون ہے۔

یہ آپ کا ہے فیض جو امروہہ میں اب تک
ہر دور میں ہی امن رہا شاہ ولایتؒ

ہندو پاک میں اس کے سپوتوں نے شہرت اور ناموری پائی۔ رئیسؔ امروہوی اور جونؔ ایلیا جیسے شعرا نے دورِ حاضر میں اپنے وطن کا نام روشن کیا۔ عظیم امروہوی اور کمال امروہوی جیسے شاعروں اور فن کاروں نے اپنے ہی ملک میں قابل رشک مقبولیت حاصل کی۔ سلیمؔ امروہوی اسی راہ پر گامزن ہیں۔ انھیں بھی ان بزرگوں سے قلبی تعلق ہے اور وہ ذہنی اور جذباتی طور پر اپنے اسلاف سے وابستہ ہیں۔ وہ اس مردم خیز شہر میں اپنی پہچان بنانے کے خواہش مند ہیں۔ فرماتے ہیں ؂

پرکھوں کی حویلی کو بچانا ہی پڑے گا
اب شہر میں اپنی کوئی پہچان نہیں ہے

وہ ان حویلیوں کی خستہ حالی اور تباہی سے بہت ملول ہیں ؂

بچی تھی اک بزرگوں کی نشانی
حویلی وہ بھی ڈھائی جارہی ہے

وہ ان یادگار حویلیوں میں اپنے ماضی کی تابناکیوں کو تلاش کرتے ہوئے اپنے

پروفیسر گوپی چند نارنگ کے ساتھ۔

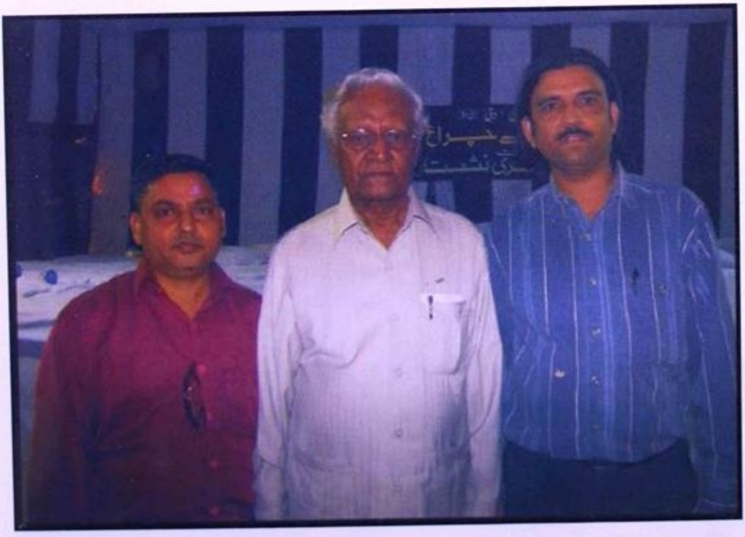

جناب مظفؔر حنفی و عادل رشید صاحبان کے ساتھ۔

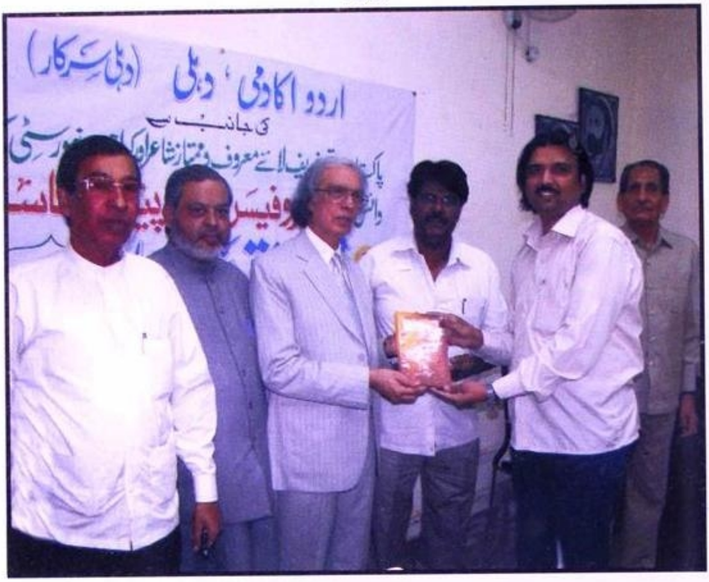

معروف شاعر پیرزادہ قاسم کو اپنی تازہ تصنیف ''سرمایۂ نجات'' (مجموعہ حمد، نعت ومنقبت) پیش کرتے ہوئے۔ ساتھ میں شریف الحسن نقوی، شہباز ندیم ضیائی، اقبال فردوسی، انور باری صاحبان۔

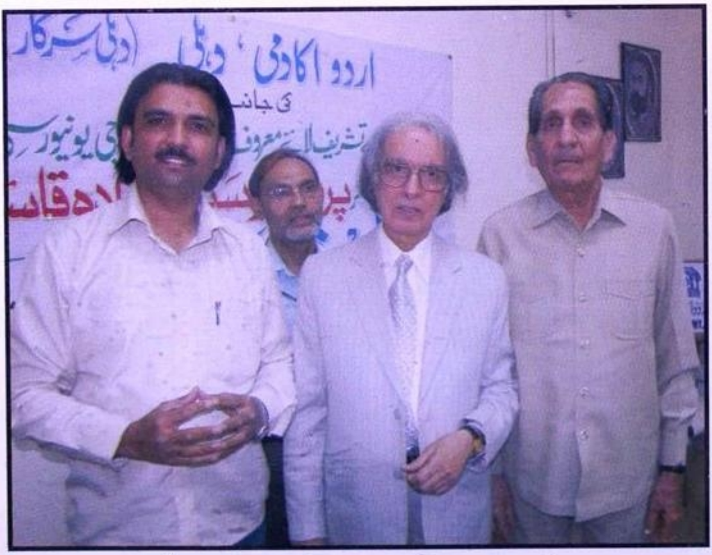

اردو اکادمی کے ایک پروگرام میں معروف شاعر پیرزادہ قاسم ساتھ میں شریف الحسن نقوی و مرغوب حیدر عابدی سکریٹری اردو اکادمی کے ساتھ۔

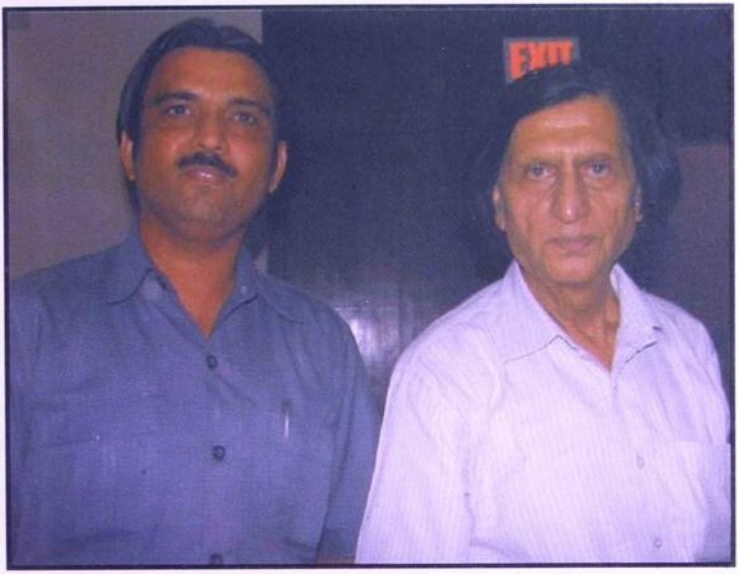

مشہور شاعر وسیم بریلوی صاحب کے ساتھ۔

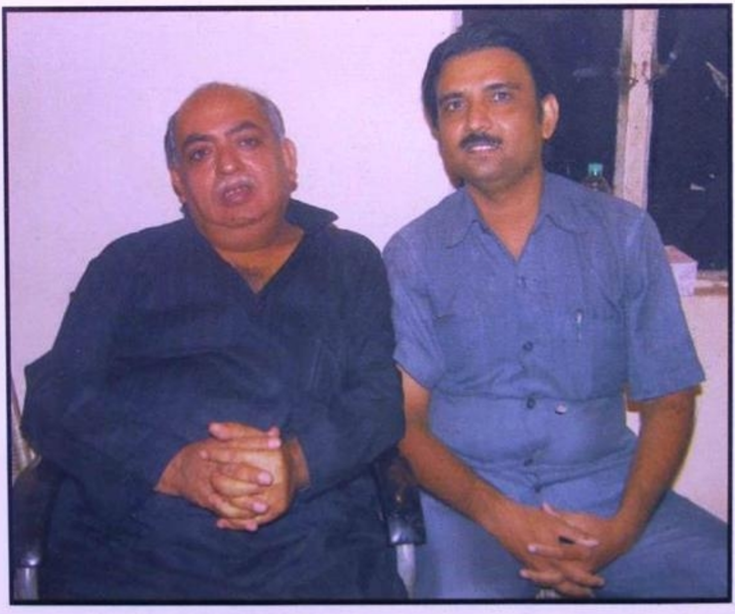

مشہور شاعر منور رانا صاحب کے ساتھ۔

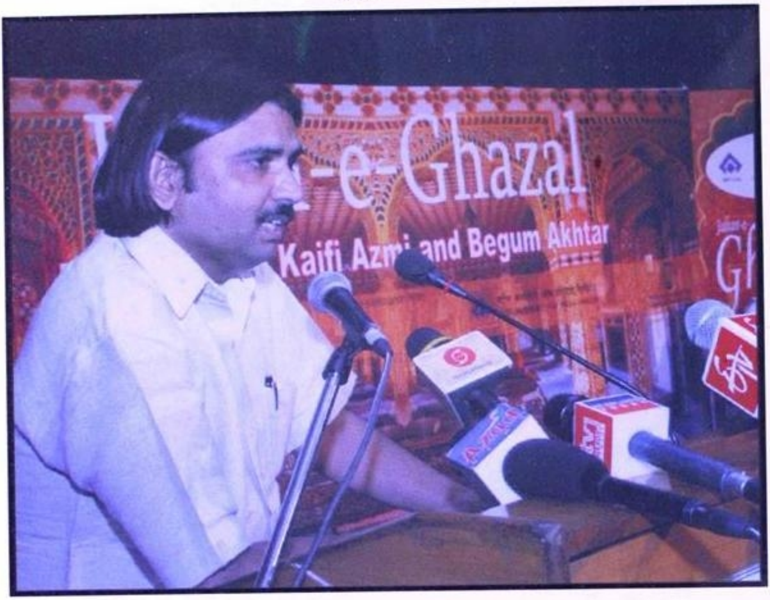

جہانِ غزل بیادِ کیفی اعظمی و بیگم اختر منعقدہ ہیبیٹیٹ ورلڈ سینٹر میں کلام پیش کرتے ہوئے۔

عالمی مشاعرہ بیادِ مجاہدینِ اردو میں کلام پیش کرتے ہوئے۔

عالمی شہرت یافتہ شاعر احمد فرآز صاحب اور فلمی اداکار فاروق شیخ کے ساتھ۔

مشہور فلمی اداکار فاروق شیخ کے ساتھ۔

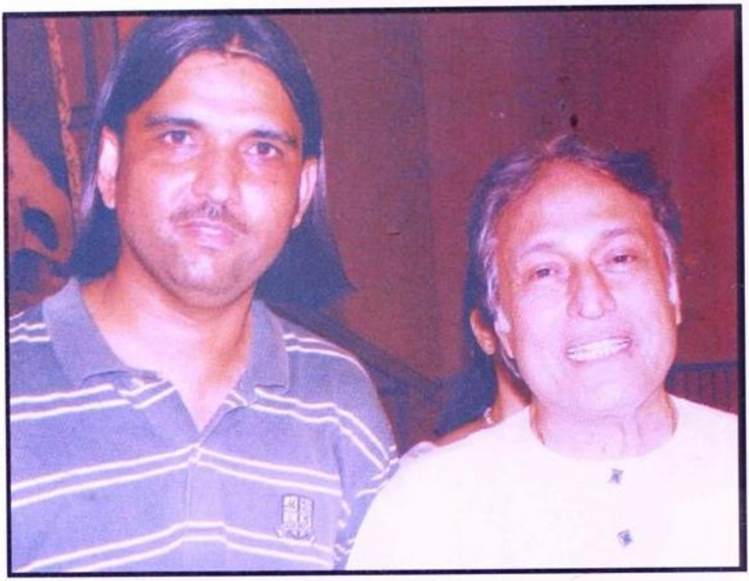

عالمی شہرت یافتہ موسیقار استاد امجد علی خاں کے ساتھ۔

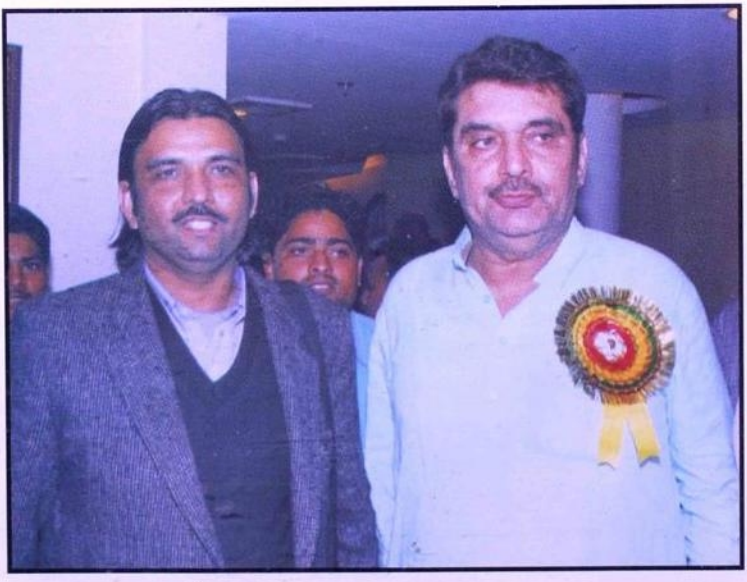

مشہور فلمی اداکار رضا مراد کے ساتھ۔

محترمہ عالیہ امام (پاکستان) کے ساتھ۔

اردو اکادمی کے ایک طرحی مشاعرے میں غزل پیش کرتے ہوئے۔

عالمی غالبؔ سمینار میں بیرونِ ملک سے آئے مہمانان و ڈاکٹر خلیق انجم صاحب کے ساتھ۔

عالمی مُشاعرہ بیادِ بہادر شاہ ظفرؔ میں مائک پر غزل پیش کرتے ہوئے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں ایک کُل ہند محفلِ منقبت میں کلام پیش کرتے ہوئے۔

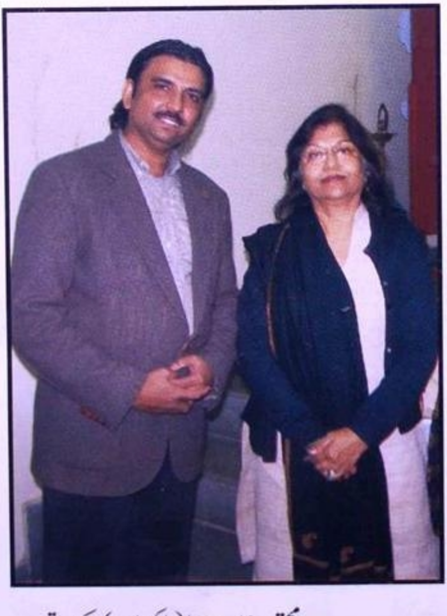

محترمہ زاہدہ حنا (پاکستان) کے ساتھ۔

Gahwara-e-Khushbu

By

Saleem Amrohvi

جس گھر میں فقط تو ہے

گہوارۂ خوشبو ہے

سلیم امروہوی

بچپن کے ان دنوں کو یاد کرتے ہیں۔ جب شہر میں رونقیں تھیں۔ عیش وعشرت کا بول بالا تھا تلاش معاش کی کوئی فکر نہ تھی، نہ بزرگوں اور نہ نوجوانوں کو کیوں کہ بزرگ زمینداریاں چھوڑ گئے تھے۔ ؂

وہ بھی کیا دن تھے ، کوئی فکر نہ تھی
یاد آتا ہے بچپنا اپنا

کم سن بچوں میں اپنی بے فکری کے دن گذارنے والے شاعر کو وہ ایام ماضی ایک طرف تو جذباتی اذیت میں مبتلا کرتے ہیں تو دوسری طرف ماضی کے دن نفسیاتی سکون بھی دیتے ہیں۔ لیکن جب یہ سکون کی زندگی گزارنے والا شاعر جوان ہوتا ہے، زیور علم سے آراستہ ہوتا ہے۔ امنگوں سے اسکول اور کالج کی تعلیم پوری کر لیتا ہے تو عام نوجوان کی طرح مایوسیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ملازمت کے دروازے اسے بند نظر آتے ہیں۔ ہر اشتہار پر درخواست گذارتا ہے۔ دفتر دفتر جاتا ہے مگر کامیابی نصیب نہیں ہوئی ؂

ہاتھ میں ڈگریاں سجائے ہوئے
ٹھوکریں کتنی کھارہا ہوں میں

شاعر کا یہ درد ہر نوجوان کا درد ہے۔ جسے دیکھئے اقتصادی الجھنوں میں گرفتار ہے۔ آمدنی کے ذرائع ناپید نظر آتے ہیں۔ اس کساد بازاری کے دور میں تو یہ تلاش اور بھی بے سود نظر آتی ہے۔ مایوس اور متفکر نوجوان شدت پسندی کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں لیکن ہمارا تعمیری افتادِ مزاج رکھنے والا شاعر اس غلط روی کو شدت سے ناپسند کرتا ہوا کہتا ہے۔ ؂

ع۔ اب ہاتھ میں کسی کے نہ پتھر دکھائی دے

بچوں کی نفسیات سے شاعر پوری طرح واقف نظر آتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کم سنی میں بچہ گرد و پیش کا مشاہدہ کرتا ہے، ماں، باپ اور استاد کی زندگی کا مطالعہ کرتا ہے۔ شاعروں، ادیبوں اور فن کاروں کو دیکھتا ہے۔ ٹی وی اور سنیما کے فن کاروں کو دیکھتا ہے۔ ان کے لباس،

طریقہ گفتار اور اندازِ زندگی سے متاثر ہوتا ہے۔ دہشت پسندوں کی تخریب کاریوں کو سیریل، ٹی، وی اور سنیما میں دیکھتا ہے۔ سماج کے افراد کو اپنے مسائل سلجھانے کے لیے آپس میں دست وگریباں ہوئے دیکھتا ہے اور پھر اگر اسے صحیح طریقے سے تربیت دے کر ان باتوں سے گریز کرنے کو نہ کہا جائے تو۔

جو دیکھتے ہیں بچے، وہی کرتے ہیں سدا
وہ بھی یوں ہی لڑیں گے جو لڑتے رہوگے تم

شاعر اپنے انداز سے انھیں اپنے طریقۂ کار کو بدلنے کی تلقین کرتا ہے اور بجا طور پر متنبہ کرتا ہے کہ۔

عزت نہیں کروگے اگر والدین کی
اولاد سے پھر اپنی ہمیشہ ڈروگے تم

غزل کے ہر شاعر کی طرح سلیم بھی اپنے محبوب کو بار بار یاد کرتے، مخاطب کرتے، اس کے حسن کے قصیدے گاتے نظر آتے ہیں۔ اپنے محض ایک مصرع سے وہ اپنے محبوب کے حسن کو بیان کردیتے ہیں۔

اسے خدا نے بھی فرصت سے ہی بنایا ہے

محبوب اتنا حسین وجمیل ہے کہ اس کے حسن کو دیکھ کر چاند بھی شرما جاتا ہے۔ اپنے چہرے پر بادلوں کی نقاب ڈال لیتا ہے یا پس پردہ چھپ جاتا ہے۔ اس چاند کو مخاطب کرکے شاعر کہتا ہے کہ اب اسے ندامت کا سامنا نہ ہوگا۔ وہ آسمان پر بے خوف ہوکر اپنا جلوہ دکھا سکتا ہے۔

چاند سے کہہ دو اب نکل آئے
میرا محبوب اب نقاب میں ہے

شاعر کی قسمت میں وصال نہیں ہے۔ وہ بس انتظار میں اپنے دن گزار رہا۔ آہٹ پر کان لگائے ہوئے ہے، در پر نظر جمائے ہوئے ہے اور اس خوش خیالی میں دن گزار رہا ہے

کہ محبوب اگر کل نہیں آیا تو نہ سہی وہ آج ضرور آئے گا۔

مجھ کو ہر شام ایسا لگتا ہے
آج تو وہ ضرور آئیں گے

عام مشاہدہ ہے کہ لوگ جوانی عیش وعشرت میں گزارتے ہیں، گناہ وثواب کی زیادہ فکر نہیں کرتے اور یہ سوچ لیتے ہیں کہ آخری ایام میں اس معبود کو بھی یاد کرلیں گے جس نے ہمیں خلق کیا، عقل وشعور عطا کیا، تن آسانیاں دیں، شاعر عام آدمی کو مخاطب کرکے اس بے راہ روی سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بتاتا ہے۔

رہے خیال کہ ہم صرف خاکی بندے ہیں
پسند کرتا نہیں ہے خدا غرور اتنا

شاعر کو احساس ہے۔ اسے یقین ہے کہ خدا کی یاد، اس کی عبادت زندگی کا بیش قیمت سرمایہ ہے جس گھر میں اس کی یاد ہوتی ہے وہ گھر بارونق ہوتا ہے، خلائق کا پسندیدہ ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو۔

جس گھر میں فقط تو ہے
گہوارۂ خوشبو ہے

شاعر گردوپیش کے مسائل پر بھی پوری نظر رکھے ہوئے ہے۔ دورِ حاضر کے نشیب وفراز سے پوری طرح واقف ہے۔ وطن کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہے اسے تقسیم ملک کا پورا احساس ہے۔ جس وقت یہ سطور لکھی جارہی ہیں اس وقت ہندو پاک میں سیاسی اور سماجی حلقوں میں تقسیم ملک کے ذمہ دار کی تلاش ہورہی ہے۔ تقسیم کے نتائج پر غور ہورہا ہے۔ ہمارا بیدار مغز شاعر بھی اس سیاسی بحث میں شریک ہونا پسند کرتا ہے اور ایک سادے سے شعر سے تقسیم کی تباہ کاریوں کو بیان کرتا ہے۔

جب سے گھر کو باٹا ہے
دونوں طرف سناٹا ہے

ملک کیا تقسیم ہوا، ہر گھر بٹ گیا، طریقہ فکر بٹ گیا، سیاسی منصوبے بٹ گئے، اقتصادی کوششیں بٹ گئیں، سماجی انداز بٹ گئے، سیاسی رہنما اور سماجی کارکن بس ان گتھیوں کو سلجھانے میں مصروف ہیں مگر مسائل ہیں کہ حل ہو نہیں پاتے۔ نتیجہ میں دونوں طرف ہر شہری متفکر اور متوحش ہے۔

آج ہمارے ناقدین اور ادیب اس مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں کہ کیا ہماری شاعری کو قافیہ اور ردیف کی بندشوں سے نجات دلائی جائے یا اسے اسی طرح قائم رکھا جائے۔ کچھ عرصہ پہلے غزل کو تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا تھا مگر ہمارے شعرا نے غزل کو محض عشق و محبت، گل و بلبل، ہجر و فراق تک محدود نہ رکھ کر اس کا دائرہ اتنا وسیع کر دیا کہ آج ہمیں سیاسی نکات، سماجی الجھنوں، اقتصادی مسائل اور شدت پسندی جیسے امور بھی اکثر اشعار میں ملتے ہیں۔ سلیم بھی محض رومانیت کے دائرے میں اپنے آپکو مقید نہیں سمجھتے۔ انھوں نے مذہبی اور دینی موشگافیوں کے ساتھ ساتھ سماجی مسائل کو اپنے کلام میں جگہ دی ہے۔ ان کی یہ کوشش انکو دورِ حاضر کا کامیاب شاعر بنانے کی سمت میں ایک مثبت نشان دہی کرتی ہے۔

میں ان کے روشن مستقبل کی امید کرتا ہوں اور انھیں اس شعری مجموعہ کے لیے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

شریف الحسن نقوی

وائس چیئر مین اردو اکادمی، دلی سرکار

سی۔544، سرسوتی وہار، نئی دہلی۔34

''گہوارۂ خوشبو'' انسانی اقدار کا فروغ

پروفیسر اختر الواسع

آزادی کے بعد ہندوستان میں اردو زبان طرح طرح کے بحرانوں سے دو چار ہوئی ہے اور اسے کئی طرح کے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ایک بہت بڑا بحران جس سے یہ زبان دو چار ہے، تعلیم و تربیت کے بتدریج کم سے کم تر ہوتے ہوئے سلسلے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ تعلیم و تربیت کی کمی سے اردو زبان اور تہذیب اس تاریخی تسلسل سے محروم ہوگئی جو کسی بھی زبان کی ترویج و استحکام کی بنیاد ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے ہی اردو پڑھنے اور لکھنے والوں کی تعداد میں زبردست کمی پیدا ہوئی جس نے اس زبان کی علمی روایت کو گہرا صدمہ پہنچایا۔ اس کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوا کہ اردو زبان و تہذیب کے وہ قدیم مراکز جو ایک زمانے میں اس کے فروغ کا بہت بڑا ذریعہ تھے دھیرے دھیرے اپنی علمی میراث سے محروم ہوتے چلے گئے۔ دہلی کے اطراف مغربی اتر پردیش کے بہت سے اضلاع کے وہ قصبات مثلاً امروہہ، سنبھل، چاند پور، حسن پور، سیوہارہ جو انیسویں صدی کے اواخر تک اردو کے اہم مراکز کی صورت میں اس کے فروغ کے ضامن تھے آج اپنی اس مرکزی حیثیت سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔

اس وقت اردو پڑھنے اور لکھنے والوں سے کہیں زیادہ بڑی تعداد اس کے بولنے والوں کی ہے جو اس زبان کے علمی فروغ کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے کیوں کہ کوئی زبان صرف اپنے بولنے والوں کے ذریعے ہی ہمہ جہت ترقی نہیں کرسکتی۔ یہ صورت حال اردو شاعری اور شاعروں کے لیے بھی ایک بڑا چیلنج ہے کہ اب شاعروں کے لیے ضروری ہے کہ مقبولیت حاصل کرنے کے لیے عام فہم اور سادہ زبان میں شعر کہیں تاکہ عوام کی ایک بڑی تعداد، جو مشاعروں میں شرکت کرتی ہے، سے رابطہ کرنا آسان ہو۔

اس چیلنج کو قبول کرنے اور اس کا کامیابی سے مقابلہ کرنے والے شعراء میں سلیم امروہوی بھی شامل ہیں جنھوں نے اپنی شاعری کو قابل ترسیل اور عوام تک بہ آسانی پہنچنے کی

صلاحیت کا حامل بنا کر اپنے لیے ایک ایسی راہ منتخب کی ہے جو حقیقی معنی میں کانٹوں سے بھری ہوئی ہے۔ اُس راہ میں جگہ جگہ ایسے خطرات درپیش ہوتے ہیں جن کی زد میں آ کر شاعر بے راہ روی اور بے معنویت کا شکار ہو سکتا ہے۔ سلیم امروہوی کے مجموعہ کلام ''گہوارۂ خوشبو'' کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس راہ پُر خطر کو خاصی احتیاط سے طے کیا ہے اور خاصی سلامت روی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہاں وہاں اگر بعض لغزشیں بھی نظر آتی ہیں تو امید ہے کہ وقت اور مشق و مزاولت کے ساتھ دور ہو جائیں گی۔

سلیم امروہوی ظاہر ہے امروہہ سے تعلق رکھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان قصبات سے متعلق صورت حال کے بارے میں جو بات کہی گئی تھی اس میں تبدیلی کے آثار پیدا ہو رہے ہیں اور اب ان قصبات کی نئی نسل بھی اردو ادب و شاعری کے فروغ میں سر گرمی سے حصہ لے رہی ہے۔

سلیم امروہوی کے بیشتر اشعار اردو غزل کے اس وصف خاص میں نظر آتے ہیں جسے سہل ممتنع کہا جاتا ہے۔ موضوعات کی سطح پر انہوں نے حسن و عشق اور ہجر و وصل کے مسائل چھیڑے ہیں اور اس کے ساتھ ہی عصری زندگی کے مصائب اور مشکلات کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان کی شاعری میں جہاں انسان اور انسانیت کو درپیش خطرات پر اظہار ملال ہے تو دوسری طرف حالات کے سدھرنے کی امید بھی نظر آتی ہے۔ موجودہ زمانے میں حقائق کی سچی عکاسی کرنا اور اچھے دنوں کو واپس لانے کے لیے جد و جہد میں شریک ہونا ہی اچھی شاعری کا ایک بڑا مقصد ہے۔ سلیم امروہوی کی شاعری بھی اس جد و جہد میں شریک ہے۔ دعا ہے کہ ان کی شاعرانہ صلاحیتوں میں اور نکھار پیدا ہو اور وہ انسانی اقدار اور تہذیب اور امن و آشتی کے فروغ میں اور زیادہ کارگر حصہ ادا کریں گے۔

پروفیسر اختر الواسع
ڈائریکٹر
ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

جملہ حقوق محفوظ بحق ناشر

نام کتاب : گہوارۂ خوشبو

نام مصنف : سید سلیم حیدر نقوی

قلمی نام : سلیمؔ امروہوی

نام کاتب : نور عالم

انتخاب : جتندر پرواز

ترتیب : علی عابدی

ناشر : حسن آرا ٹرسٹ

زیرِ اہتمام : سید حیدر کمال نقوی

سال اشاعت کتاب : ۲۰۱۰ء

قیمت : Rs.150

فون : 09213511636, 09213873786

ملنے کا پتا:۔ A,9-Flat No.14
Okhla Vihar Jamia Nagar New Delhi-25
&
Nawab Manzil Majapota Amroha J.P.Nagar

''یہ کتاب اردو اکادمی، دہلی کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔ اس کے مشمولات سے اکادمی کا متفق ہونا ضروری نہیں''

منزل کی طرف

امروہہ اردو کا گہوارہ ہے اور شمالی ہندوستان کی ان قدیم بستیوں میں سے ہے جہاں شعروادب کی آبیاری ہوئی۔ یہاں بڑے بڑے نامور شعراوادبا پیدا ہوئے ناخدائے سخن میر تقی میرؔ کے استاد میر سعادت علی اور غلام ہمدانی مصحفیؔ جیسے اکابر اردو شعرا کا تعلق سرزمین امروہہ سے ہے۔

امروہہ کی سرزمین نے برصغیر ہندوپاک کے عظیم اولیاء اللہ اہل علم وفن ،شاعروں،ادیبوں،ناقدوں اور مصوروں کو جنم دیا ہے۔

یہاں کی فضاؤں میں علم وادب اور شعروسخن کا حال یہ ہے کہ ہر دسواں آدمی شعر موزوں کرنے کا اہل ہے۔انہیں پرکیف فضاؤں میں میں نے یعنی سلیم حیدر نقوی، سلیمؔ امروہوی نے حضرت سید حسین شرف الدین شاہ ولایتؒ کی اولاد میں 30 جون 1973ء کو امروہہ میں آنکھیں کھولیں۔ میرے والد سید نورالحسن نقوی کا شمار امروہہ کی جانی مانی شخصیات میں ہوتا تھا۔اور والدہ حسن آرا بیگم۔

ابتدائی تعلیم امروہہ میں حاصل کرنے کے بعد معلم اردو اور جامعہ ملیہ اسلامیہ سے ڈپلوما انجینئرنگ کی اسناد حاصل کیں اور اس وقت دہلی میں بحیثیت فوٹو جرنلسٹ خدمات انجام دینے کے ساتھ صوفی کلچرل اکیڈمی انڈیا کا سکریٹری، بہادر شاہ ظفر فاؤنڈیشن دہلی کا سکریٹری اور فاؤنڈر رکن وسکریٹری حسن آرا ٹرسٹ کی خدمات انجام دے رہا ہوں۔ میری اہلیہ کا نام یوسف آرا اور میری بیٹی کا نام بتول اور بیٹا عباس علی ہیں۔ مجھے گھر کے لوگ اور کچھ دوست انعام مہدی کے نام سے بلاتے ہیں۔

جو کچھ شعر اب تک کہے ہیں وہ اس مجموعہ کی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔ بچپن ہی سے کچھ ایسا ماحول ملا میں خود بھی شاعروں میں گنا جانے لگا۔ جب میں 8 سال کا تھا تب سے امروہہ کا کوئی مشاعرہ یا محفل مجھ سے نہیں چھوٹتی تھی اور میں پورا پروگرام ختم ہونے کے بعد صبح کو گھر میں داخل ہوتا تھا۔ میرے ماموں جناب نواب سید انتقام علی خاں کے مہمان خانہ میں تقریباً ہر وقت ہی ایک نشست کا ماحول رہتا تھا اور اگر کوئی شہر میں مشاعرہ ہوتا یا امروہہ کے قریب کہیں کوئی مشاعرہ ہوتا تو کوئی نہ کوئی شاعر ماموں جان کی حویلی میں ضرور رکتا۔ کبھی شمیم جے پوری، تو کبھی کیف بھوپالی، کبھی نواز دیوبندی، تو کبھی منظر بھوپالی۔ جانے کتنے شاعر و علماء آتے رہتے تھے اور ہم ان کی خدمت میں لگے رہتے تھے ایک بار کیف بھوپالی صاحب حویلی میں بیٹھے لوگوں کو اپنا کلام سنا رہے تھے تو میں نے اس رات مشاعرہ میں سنی غزل کے ایک شعر کی بہت تعریف کی تو انھیں حیرت ہوئی کہ یہ آٹھ سال کا بچہ اور یہ ذوق تو انہوں نے میرے لیے اسی وقت کچھ اشعار کہہ دیے اور مخصوص ترنم میں پڑھے جو آج بھی میرے ریکارڈ میں موجود ہیں جن کا صفحہ نمبر 7 پر ذکر ہوا ہے۔ ہر سال جب ہمارے یہاں منقبتی مشاعرہ حسین ڈے کے نام سے منعقد ہوتا اور اس میں ملک کے نامور شاعر جیسے ڈاکٹر بشیر بدر، وسیم بریلوی، ساغر خیامی، ناظر خیامی، کیف بھوپالی، شمیم جے پوری، بیکل اتساہی، ساغر اعظمی وغیرہ آتے تو ہم ان کی خدمت میں بھاگے دوڑے پھرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم ثروت اسکول میں حاصل کی وہاں سرفراز عثمانی صاحب نے ہمیں اسٹیج پر جانا سکھایا تو آئی ایم انٹر کالج میں شان حیدر بیباک امروہوی صاحب نے ہمیں اسٹیج پر ٹھہرنا سکھایا اور ہمارے بھائی جان ڈاکٹر عظیم امروہوی نے ہمیں شعر کہنا بھی سکھا دیا۔ مگر جب ہم ان کو غزل کے اشعار دکھاتے تو یہی کہتے کہ پہلے میاں تعلیم مکمل کر لو پھر شعر کہنا۔ مگر ہم جب منقبت یا سلام کے شعر لے کر جاتے تو وہ اس میں اصلاح کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح شعری سلسلہ آگے بڑھا اور ہم دہلی آ گئے تو دہلی کا بھی ہم سے کوئی مشاعرہ کیوں چھوٹتا اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ کبھی ہم لال قلعہ کے

مشاعرہ سے کیف بھوپالی صاحب کو اپنے ہوٹل لے آتے اور ان سے ان کا خوب کلام سنتے۔ اسی دوران سردار کنور مہندر سنگھ بیدی سحر صاحب سے ملاقات ہوئی جو بے حد دلچسپ انسان تھے۔ ہمارے ماموں شمیم ہادی جو پاکستان میں کراچی میں رہتے ہیں ان کے کنور صاحب بہت قریبی دوست تھے اور وہ جب بھی پاکستان جاتے تو ماموں شمیم ہادی کے مکان ممتاز ولا میں ٹھہرتے۔ ایک بار میں بھائی جان (ڈاکٹر عظیم امروہوی) کا لکھا دعوت نامہ حسین ڈے کے سلسلہ میں لے کر ان کے پاس گیا اور وہ تیار ہو گئے۔

ویسے تو دہلی سے امروہہ کا راستہ جو تقریباً ایک سو پچاس کلومیٹر ہے ان دنوں کچھ زیادہ اچھا نہیں تھا مگر کنور صاحب کے ساتھ گفتگو میں وہ راستہ بالکل پتہ ہی نہیں چلا۔ ذہین نقوی اور متین صدیقی صاحبان ہمارے ساتھ تھے، کنور صاحب نے ہمارے غریب خانہ پر قیام کیا اور مجھے یاد ہے کہ اس سال علامہ فیروز حیدر عابدی کی تقریر نے کنور صاحب کو بیحد متاثر کیا تھا، یہ بات کنور صاحب نے اپنی تقریر میں بھی کہی اور اس کے بعد میں ان سے جب بھی ملا تو انہوں نے اس کا ذکر ضرور کیا۔ یوں تو محفلوں میں مختلف شہروں میں جانا ہوتا رہا۔ مگر ایک یادگار سفر جسے میں کبھی بھلا نہ سکا وہ کاشی پور سے دہلی کیلئے سفر تھا۔ طفیل چترویدی کی دعوت پر میں کاشی پور مشاعرہ میں گیا تھا تو وہ سفر کیوں کہ گاڑی میں موج رام پوری صاحب، مخمور سعیدی صاحب، شجاع خاور صاحب کے ساتھ کاشی پور سے دہلی کا سفر یادگار رہا تھا۔ وہ شاعرانہ گفتگو فی البدیہہ اشعار ہو رہے تھے اور موج صاحب راستے میں اگر کوئی امرود کا ٹھیلا دیکھتے تو گاڑی رکوا دیتے، تو کہیں حلیم دیکھ کر وہاں رک جاتے، وہ سفر میرے لیے یادگار ہے۔ غزل میں نے کہنی جب شروع کی جب ایک بار غالب اکیڈمی سے ماموں ''جون ایلیا'' کو ممتا بھائی کے گھر پہنچانے جا رہا تھا تو ماموں جون نے مجھ سے کہا کہ میاں منقبت کے ساتھ ساتھ غزل بھی کہو میں نے اسی دن سے کوشش کی اور یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر کچھ دن کے لیے مجھے جدہ سعودی عرب جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر بھی اچھا خاصا شاعری کا ماحول ملا وہاں حج اور زیارات کے علاوہ

ریاض، دمام، ابھا، طائف، الخوبر وغیرہ میں بھی محفلوں میں شرکت رہی۔ مگر میں جلد ہی دہلی واپس آ گیا اور پہلے تاج انکلیو میں قیام رہا پھر میں اوکھلا آ گیا جس سے یہ فائدہ ہوا کہ ساغر خیامی صاحب میرے گھر کے قریب چنار اپارٹمنٹ میں رہتے تھے ان کے ساتھ کافی وقت گزرا اور پھر ہمارے بھائی جان ڈاکٹر عظیم امروہوی بھی دہلی آ گئے تو ان کے ساتھ شعری ماحول برقرار رہا۔ دہلی میں جب بھی کہیں مشاعرہ ہوتا تو ساغر صاحب اور وسیم بریلوی صاحب میرے ساتھ ہی مشاعرہ سے لوٹتے۔ کیوں کہ وسیم صاحب کے بیٹے بھی میرے گھر کے قریب والی بلڈنگ میں رہتے ہیں۔ اس درمیاں دنیا بھر کے مشاعروں پر ان لوگوں سے گفتگو رہتی۔ حسن آرا ٹرسٹ جو ہماری والدہ کے نام سے میرے بڑے بھائی حیدر کمال نے 1989ء میں قائم کیا تھا اور اس ٹرسٹ کی سرپرستی جن حضرات نے کی ہے ان میں جناب گیانی ذیل سنگھ سابق صدر جمہوریہ ہند۔ جناب علی سردار جعفری، جناب رئیس مرزا، محترمہ نرملہ دیش پانڈے وغیرہ کے نام خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں، اور اب جناب ڈاکٹر ایم ولی کی سرپرستی میں یہ ٹرسٹ کام کر رہا ہے اپنے پروگراموں کے حوالے سے عالمی شہرت رکھتا ہے، جیسے 'جہانِ غزل'، 'صدائے صوفی'، 'سر بہار' اور مختلف پروگرام۔ 2006ء میں کمال بھائی نے کہا کیوں نہ اب عالمی مشاعرہ کرایا جائے اور انہوں نے مجھے کنوینر کی ذمہ داری سونپ دی۔ 20 جون 2006ء کو ہم لوگوں نے ایک شاندار عالمی مشاعرہ 'جشن مجاہدین اردو' کے عنوان سے جناب احمد فراز صاحب کی صدارت میں دہلی میں کرایا۔ جس میں ہندوستان کے نامور شعرا کے علاوہ تقریباً بیس شاعر بیرون ملک سے تشریف لائے تھے اس عالمی مشاعرہ کے مہمان خصوصی وزیر تعلیم فاطمی صاحب تھے۔ پھر اس کے بعد کئی اہم مشاعرے جیسے بیادِ بہادر شاہ ظفر، یادِ کیفی اعظمی، یادِ سنیل دت منعقد کیے گئے۔ جوای ٹی وی، دوردرشن اور مختلف چینلوں کے حوالے سے بہت مقبول ہوئے۔ اسی طرح پاکستان سے ہم نے احمد فراز صاحب کو کئی بار دعوت دی اور وہ ہمیشہ آئے۔ فراز صاحب انڈیا میں کہیں بھی آتے تو مجھے فون کر کے

مجھے ایئرپورٹ پر بلا لیتے ۔فرآز صاحب کی شاعری کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق نے مجھے بیحد متاثر کیا۔ ہماری ان سے اتنی قربت ہو جائے گی یہ میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اسی طرح ہندوستان میں کہیں بھی مشاعرہ ہوتا اور وہ آتے تو ہم سے ضرور ملاقات ہوتی ۔ فرآز صاحب کے کہنے پر ہی میں نے اپنی شاعری میں کچھ حد تک تبدیلی کی ہے احمد فراز صاحب، وسیم بریلوی، ندا فاضلی اور بشیر بدر صاحبان کی شاعری نے مجھے بیحد متاثر کیا ہے۔ ڈاکٹر عظیم امروہوی صاحب جو میرے بڑے بھائی ہیں ہی لیکن مجھے اس بات پر فخر ہے کہ شعر گوئی میں ان کا شاگرد ہوں ۔اس کے علاوہ میں ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں اپنے دوست عادل رشید تلہری، پیمبر نقوی، علی ظہیر نقوی ،مولانا جلال حیدر اور ظہیر زیدی صاحبان کا جن کی حوصلہ افزائی مجھے حاصل ہوتی رہی ہے۔ کیوں کہ میرے زیادہ تر دوست غیر مسلم ہیں اور وہ سبھی شاعری کے تو بہت شوقین ہیں مگر اردو پڑھ نہیں سکتے مگر سمجھتے خوب ہیں انہیں کے کہنے پر میں اپنا کلام اردو کے ساتھ ساتھ ہندی میں بھی شائع کرنے کی کوشش کروں گا۔محترم قارئین گہوارۂ خوشبو کی شکل میں میرا دوسرا یہ مجموعہ کلام اب آپکے سامنے ہے مجھے امید ہے آپ اپنی قیمتی راے اور نیک مشوروں سے نوازیں گے۔

شکریہ!

سلیم امروہوی

حمد

ہے ذکر صبح و شام فقط اُس کی ذات کا
ہر ذرّہ جسکی دین ہے اس کائینات کا

اولاد ہے جسکی نہ کوئی جسکا پدر ہے
ہر جگہ ہر اک لمحہ وہ اک ذات مگر ہے

ہر شے میں نظر آتا ہے وہ ایک خُدا ہے
ہے کون سی شے دوستو جو اُس سے جُدا ہے

ہر دور میں ہی اپنے ولی بھیجے ہیں اُس نے
پیغام اپنا دیکے نبیؐ بھیجے ہیں اُس نے

دُنیا کی ہر اک چیز ہے کیا خوب بنائی
ہر شے میں وہی ذات ہی ہمکو نظر آئی

وہ چاہے تو انساں کو عطا کردے بلندی
اُس نے ہی تو یہ فکر بھی انساں کو عطا کی

یہ ساری ترقی بھی فقط اُس کے سبب ہے
ہاں اُس نے ہی چاہا ہے یہ سب کچھ ہوا جب ہے

جنّت کے نہ لالچ میں کبھی کرتے ہیں سجدہ
وہ لایقِ سجدہ ہے یونہی کرتے ہیں سجدہ

جب آدمی ہوتا ہے پریشان عجب ہے
تب یاد اُسے کرتا ہے انسان عجب ہے

ہر شے میں زمانے کی وہی جلوہ نما ہے
احمق یہی کہتا ہے کہاں جانے خُدا ہے

ایمان یونہی سب پہ عیاں کیجئے اپنا
سر سجدہِ خالق میں جھُکا دیجئے اپنا

تونے جو لکھی حمد سلیم اپنے قلم سے
رب تجھ کو بچائے گا ہر اک رنج والم سے

☆☆☆

نعتِ محمدؐ

دو جہاں خُدا کے ہیں اور خُدا محمدؐ کا
نام کتنا اچھا ہے مصطفٰے محمدؐ کا

صرف آپ کی خاطر خلق کی گئی دُنیا
اس سے اب سمجھ لیجئے مرتبہ محمدؐ کا

سیرتِ محمدؐ پر جس نے بھی نظر ڈالی
وہ بشر اُسی لمحہ ہو گیا محمدؐ کا

ذکر کو محمدؐ کے کون روک سکتا ہے
ہے نماز میں شامل تذکرہ محمدؐ کا

منکروں کی بستی میں دینِ حق کو پھیلایا
دیکھ لے زمانہ یہ حوصلہ محمدؐ کا

آج اپنے جیسا جو کہہ رہے ہیں احمدؐ کو
کل کہیں گے ہم جیسا ہے خُدا محمدؐ کا

یہ تو میرا دعوہ ہے پھر دعا نہ رد ہوگی
دیدیا اگر تم نے واسطہ محمدؐ کا

جس کی ذات سے کوئی دوسرا پریشاں ہو
نہ ہوا خُدا کا وہ نہ ہوا محمدؐ کا

مدحِ مصطفٰے کر کے یوں سلیم کہہ دیجئے
ہر گناہ سے روکے راستہ محمدؐ کا

☆☆☆

غزلیات

گہوارۂ خوشبو

جس گھر میں فقط تو ہے
گہوارۂ خوشبو ہے

سلیم امروہوی

اپنا رشتہ تو اُس زمین سے ہے
سلسلہ جس کا صابرین سے ہے

گھر سجانے سے گھر نہیں سجتا
گھر کی رونق فقط مکین سے ہے

اپنے کردار سے نمایاں ہو
گر تعلق ذرا بھی دین سے ہے

دوستوں کو سلیمؔ اب سمجھا
ان کا رشتہ بس آستین سے ہے

☆☆☆

O

جس گھر میں فقط تو ہے
گہوارۂ خوشبو ہے

جن میں تھی شہنشاہی
اُن محلوں میں اب ہُو ہے

تہذیب میں جو ڈھالے
در اصل وہ اردو ہے

یاد اس نے کیا ہم کو
یہ ذکر تو ہر سو ہے

معصوم سا اک بچّہ
مسلم ہے نہ ہندو ہے

☆☆☆

○

اب کوئی بھی تو آسرا نہ رہا
میں ہوں جسکا وہی مرا نہ رہا

مجھ کو لگتا رہا وہ ساتھ میں ہے
ساتھ میں چاہے وہ رہا نہ رہا

آپکو جب سے میں نے دیکھا ہے
اپنے اس دل پہ بس مرا نہ رہا

وہ ملے اِس قدر تپاک کے ساتھ
مدّتوں جن سے سلسلہ نہ رہا

حُسن پر ناز کرنے والے سن
عُمر بھر کوئی ایک سا نہ رہا

تب مجھے پوچھنے کو وہ آئے
درد جب قابلِ دوا نہ رہا

یاد کرتا ہے اب بھی اُس کو سلیمؔ
جس سے کوئی بھی واسطہ نہ رہا

☆☆☆

○

جب سے تُم سے ہے سلسلہ اپنا
ختم ہے خودُ سے رابطہ اپنا

آپ پردیس میں گئے جب سے
نیند اپنی نہ جاگنا اپنا

کوئی شرمندگی نہ ہو ہم کو
جب بھی ہو اُس سے سامنا اپنا

ہم نے جس کو سکھائی گویائی
ناگوار اُس کو بولنا اپنا

وہ بھی کیا دن تھے کوئی فکر نہ تھی
یاد آتا ہے بچپنا اپنا

ہیں دعائیں یہ میری ماں کی سلیمؔ
غیر انسان بھی بنا اپنا

☆☆☆

NEW DELHI GHALIB ACADEMY

○

اک نظر تمکو دیکھ کر مجھ کو
نیند آئی نہ رات بھر مجھ کو

دوستوں کی بڑی نوازش ہے
دشمنوں سے نہیں ہے ڈر مجھ کو

جو سکوں اُسکی ہے عبادت میں
کیا دلائے گا مال و زر مجھ کو

کل ہنسا تھا میں دوسروں پہ بہت
جگ ہنسا آج دیکھکر مجھ کو

میں ہوں مجبور ایک پردیسی
یاد آتا ہے اپنا گھر مجھ کو

وہ محبت سے وار کرنے لگا
یوں لگا آج اُس سے ڈر مجھ کو

☆☆☆

O

وہ نشہ کب کسی شراب میں ہے
جو خمار آپ کے شباب میں ہے

چاند سے کہہ دو اب نکل آئے
میرا محبوب اب نقاب میں ہے

تجھ کو چھو کر جو مجھ تک آتی ہے
وہ مہک کب کسی گلاب میں ہے

پاس آ کر ترے ہوا محسوس
ایسی ٹھنڈک تو ماہتاب میں ہے

اپنے رُخ سے ہٹایئے زلفیں
چاند کس واسطے سحاب میں ہے

☆☆☆

منظرِ دشتِ پُر خطر دیکھیں
آپ آکر ہمارا گھر دیکھیں

میرے احباب کو دعائیں دیں
زخم جب میرے جسم پر دیکھیں

لاکھ پہرے ہیں ہم پہ دُنیا کے
تمہیں کس طرح اک نظر دیکھیں

اس نے وعدہ کیا ہے آنے کا
راہ ہم کیوں نہ عمر بھر دیکھیں

صبح تک ظلمتون سے لڑتا رہا
ایک جگنو کا یہ جگر دیکھیں

پیار کرنے لگے گا دشمن بھی
آپ اردو تو بول کر دیکھیں

☆☆☆

○

اپنا دل بیقرار کر بیٹھے
آپ سے ہم جو پیار کر بیٹھے

آپ کو دل سے اُس نے چاہا ہے
آپ جس دل پہ وار کر بیٹھے

دشمنوں سے کوئی شکایت کیا
جب دغا ہم سے یار کر بیٹھے

دل میں رہکر وہ دل کو توڑ گیا
جس پہ ہم اعتبار کر بیٹھے

چاہنے والوں میں سلیمؔ اسکے
ہم بھی اپنا شمار کر بیٹھے

☆☆☆

بچھڑ کے تم سے جو فصلِ بہار گزری ہے
ہمارے دل کو بڑی ناگوار گزری ہے

یہ زندگی جو گزاری ہے ہم نے تیرے بغیر
یقین جان بہت بے قرار گزری ہے

تمہاری یادوں کے موتی سمیٹے بیٹھا تھا
تمام رات مری اشک بار گزری ہے

تمہارا ذکر کیا ہم نے اپنی غزلوں میں
یہ بات سب کو بڑی ناگوار گزری ہے

سزا یہ ہمکو ملی تم سے دل لگانے کی
''تم آئے ہو نہ شبِ انتظار گزری ہے''

سلیم ہم نے جسے صرف اپنا سمجھا تھا
وہ زندگی بڑی بے اعتبار گزری ہے

☆☆☆

فہرست

انتساب	5
دعائیں (احمد فراز)	6
روشن دیا (کیفؔ بھوپالی)	7
تعارف (نقوشؔ نقوی کراچی)	8
سلیم امروہوی کا ''گہوارۂ خوشبو'' (سید شریف الحسن نقوی)	10
''گہوارۂ خوشبو'' انسانی اقدار کا فروغ (پروفیسر اختر الواسع)	18
منزل کی طرف (سلیمؔ امروہوی)	20
حمد	25
نعت	27
غزلیات	29
گیت	96
نظمیں	99
قطعات	108
یادگار تصویریں	120

O

تھوڑی تھوڑی پیتے ہیں
اس طرح ہم جیتے ہیں

چین نہیں لینے دیتے
وہ لمحے جو بیتے ہیں

دل میں زخم ہزاروں ہیں
اک اک کر کے سیتے ہیں

اُن کی یاد ستاتی ہے
مرتے ہیں نہ جیتے ہیں

دل کی پیاس بجھانے کو
آنسو اپنے پیتے ہیں

☆☆☆

O

یہ دعا ہو قبول کب دیکھیں
کب ملاتا ہے ہم کو رب دیکھیں

تم سے بچھڑے تو چین مل نہ سکا
کہہ رہے ہیں تمہارے لب دیکھیں

یہ بھی چھپ چھپ کے کوئی ملنا ہے
یوں ملیں ہم کہ سب کے سب دیکھیں

دیکھ کر کر رہے ہیں اندیکھا
دل دکھانے کا یہ بھی ڈھب دیکھیں

پوچھ لیتا ہے وہ ہمارا حال
آئینہ وہ سنور کے جب دیکھیں

اُس نے دیکھا ہے یوں بچھڑتے ہوئے
دیکھنا اب نہ جانے کب دیکھیں

ہم سنورتے رہے یہ سوچ کے بس
اک نظر آپ ہم کو اب دیکھیں

اک سہارا ہماری آس کا ہے
راستہ اُس کا روز و شب دیکھیں

آ یکے اس سلیم کے لب پر
ذکر ہے آپ کا ہی جب دیکھیں

☆☆☆

○

آپ کی جب سے مہربانی ہے
دل کے ہر زخم پر جوانی ہے

آپ سے دور رہکے زندہ ہیں
یہ بھی کیا کوئی زندگانی ہے

بعد مدّت کے اُس کو دیکھا ہے
جو محبت کا میری بانی ہے

پوچھتے کیا ہو میرے دل کا حال
اس کی تو لمبی اک کہانی ہے

ساتھ جینا ہے ساتھ مرنا ہے
یہ قسم آپ کو بھی کھانی ہے

جس کی خاطر یہ ہو گئی ہے غزل
وہ خیالوں کی میرے رانی ہے

خوف میں اِس کے ہم نہیں رہتے
موت تو ایک روز آنی ہے

کتنا بے درد ہو گیا وہ سلیم
دور رہنے کی جس نے ٹھانی ہے

☆☆☆

O

وہ پلٹ کر اگر نہ آئینگے
ہم تو گھٹ گھٹ کے مر ہی جائینگے

جب بھی تنہائی میں وہ بیٹھیں گے
ہم بہت یاد اُن کو آئینگے

نام لے لے کے میرا لوگ اُسے
سوچتا ہوں بہت ستائینگے

روٹھ کر اُن سے ہم بھی دیکھیں گے
کس طرح ہم کو وہ منائینگے

مجھ کو ہر شام ایسا لگتا ہے
آج تو وہ ضرور آئینگے

مجھکو اتنا تو ہے یقین سلیم
وہ مجھے بھول تو نہ پائینگے

☆☆☆

لمحوں کے لئے جلوہ دکھایا کرو نہ تم
یوں سامنے آکر کبھی جایا کرو نہ تم

ملنے کا وعدہ کر کے نبھاتے نہیں ہو جب
خوابوں میں آکے ہم کو ستایا کرو نہ تم

کیوں موڑ لیا کرتے ہو منھ سامنے آکر
ایسی ادا سے دل کو جلایا کرو نہ تم

آپس میں نمٹ جاتی جو آپس کی بات تھی
غیروں میں جا کے سب کو بتایا کرو نہ تم

مانا کہ ہم سے جرمِ محبت ہوا مگر
ایسی غزل سلیم سنایا کرو نہ تم

☆☆☆

O

وہ جس کی جانب سے ایک پل بھی ہمارا دل بے خبر نہیں ہے
ستم تو یہ ہے ہمارے دل کی خبر ہی اس کو مگر نہیں ہے

تمہاری قسمت اک ایسا دن ہے کہ شام جس کی کبھی نہ ہو گی
ہماری قسمت اک ایسی شب ہے کہ جس کی کوئی سحر نہیں ہے

میں جس کی خاطر ہر ایک لمحہ دہک رہا ہوں پگھل رہا ہوں
وہ ایک پتھر کی ایسی مورت کہ جس پہ کوئی اثر نہیں ہے

تمہاری خوشبو چرالوں ہمدم مثالِ بادِ صبا میں لیکن
تمہاری رسوائی سے ہوں لرزاں مجھے زمانے کا ڈر نہیں ہے

☆☆☆

O

کچھ اِس طرح سے مرے دل میں وہ سمایا ہے
کہ اُس کی یاد بنا چین بھی نہ آیا ہے

جو میری یاد نے اُس کو نہیں ستایا ہے
تو اُس نے آنکھوں سے کاجل کو کیوں بہایا ہے

خیال میں جو ہمیشہ اُسی کے رہتا ہوں
دل و دماغ پہ میرے وہ ایسا چھایا ہے

وہ آنکھیں اور وہ زلفیں وہ لب لگیں ایسے
اُسے خدا نے بھی فرصت سے ہی بنایا ہے

ذرا سی ہوتے ہی آہٹ میں چونک پڑتا ہوں
کہ جیسے آج وہی مجھ سے ملنے آیا ہے

ستم تو یہ ہے کہ احسان کر دیا جس پر
سلیم ہم نے اُسی سے فریب کھایا ہے

☆☆☆

○

چوٹ پر چوٹ کھا رہا ہوں میں
عادتاً مسکُرا رہا ہوں میں

اُس کے اوپر تو کچھ اثر ہی نہیں
اپنا دل کیوں جلا رہا ہوں میں

آج تنہائی میں جو بیٹھے ہو
کیا تمہیں یاد آ رہا ہوں میں

کون آئے گا مجھ سے ملنے کو
اپنا گھر کیوں سجا رہا ہوں میں

آج جی بھر کے دیکھ لو مجھ کو
اب بہت دور جا رہا ہوں میں

انتساب

جناب ڈاکٹر عظیم امروہوی (دہلی، انڈیا)

اور

جناب احمد فراز (پاکستان)

کے نام

جن کی تربیت و توجہ اور مشوروں نے

میری ذہنی اور علمی پرورش کی ہے

سلیم امروہوی

کیا تمہیں اب بھی کچھ شکایت ہے
اب تو سب کچھ کما رہا ہوں میں

ہاتھ میں ڈگریاں سجائے ہوئے
ٹھوکریں کتنی کھا رہا ہوں میں

اب مجھے پیٹ اِن سے بھرنا ہے
یہ جو خنجر بنا رہا ہوں میں

گل کوئی اِس کو بھی نہ چھوڑے گا
یہ جو پودا لگا رہا ہوں میں

☆☆☆

O

جب کہیں ذکر اُس کا آتا ہے
کیوں یہ دل میرا کانپ جاتا ہے

فکر دُنیا کی پھر نہیں رہتی
نام جب اُس کا لب پہ آتا ہے

جب بھی مشکل میں خود کو پاتا ہوں
ہے کوئی جو مجھے بچاتا ہے

اُس کی یادوں کا کیا حساب رکھوں
یاد جو بے حساب آتا ہے

جس کی خاطر ہوا یہ حال مرا
مجھ پہ وہ آج مُسکراتا ہے

سارے وعدوں کو ساری قسموں کو
کیوں کوئی ایسے بھول جاتا ہے

لکھ دیا آج حالِ دل اسکو
دیکھئے کب جواب آتا ہے

آج کے دور میں سلیم میاں
زندگی کا غموں سے ناتا ہے

☆☆☆

O

حالات بدل جائیں یہ امکان نہیں ہے
جب تک امیرِ شہر سے پہچان نہیں ہے

یہ پھول جو مُرجھا گئے کھلنے سے بھی پہلے
لگتا ہے کوئی اِن کا نگھبان نہیں ہے

ہر موڑ پہ دنیا کے نئے جال بچھے ہیں
منزل پہ پہنچنا کوئی آسان نہیں ہے

کرسی کو بچانے کی فقط فکر ہے اس کو
جنتا کی طرف اُس کا مگر دھیان نہیں ہے

لگتا ہے اشارے پہ یہ سب اُس کے ہوا ہے
گھر جل رہے ہیں اور وہ حیران نہیں ہے

پرُکھوں کی حویلی کو بچانا ہی پڑے گا
اب شہر میں اپنی کوئی پہچان نہیں ہے

بھائی کا جہاں بھائی گلا کاٹ رہا ہے
اُس ملک میں شاید کوئی انسان نہیں ہے

ہر لمحہ اُس کی یاد میں رہتا ہوں میں سلیمؔ
یہ کس نے کہہ دیا مرا ایمان نہیں ہے

☆☆☆

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

O

جو دیکھا کے اُن پر شباب آ رہا ہے
تو دل نے کہا انقلاب آ رہا ہے

مجھے چاند کو دیکھ کر یوں لگے ہے
مرا ہم نشیں بے نقاب آ رہا ہے

نظر بھر کے جو دیکھ لیتا ہے اُن کو
یہ لگتا ہے پی کر شراب آ رہا ہے

مجھے دیکھ کر جانے کیوں آج اُن کو
حیا آ رہی ہے حجاب آ رہا ہے

یہ دیوانگی دیکھ کر میری آخر
پسینہ تمہیں کیوں جناب آ رہا ہے

برس جائے تو چین پڑ جائے دل میں
سلیمؔ آنسوؤں کا سحاب آ رہا ہے

☆☆☆

○

ہمارے دل کو تیرا انتظار کب سے ہے
اب آ بھی جا کہ یہ دل بیقرار کب سے ہے

تمہارے آنے سے گلشن بھی مہک اٹھتا ہے
تمہاری آس لگائے بہار کب سے ہے

اب ہنس کے طنز کے تیروں سے وار خوب کرو
تمہیں خبر ہے ہمیں تم سے پیار کب سے ہے

مرا یہ حال بنا کر-وہ سب سے پوچھتا ہے
ذرا بتاؤ یہ دیوانہ وار کب سے ہے

یہ وہ ہی شخص ہے جو ہنس کے بات کرتا تھا
تم ہی کہو کہ یہ اب اشک بار کب سے ہے

کہاں تلک یوں چھپاؤ گے رازِ دل اپنا
زمانے بھر کو خبر ہے یہ پیار کب سے ہے

خُدا کرے وہ گھڑی جلد آئے کہ جس میں
کہیں وہ مجھ سے ہمیں تم سے پیار کب سے ہے

تری جُدائی کا غم ہنس کے سہہ رہا ہے سلیم
یہ تم سمجھتے ہو یہ غم گسار کب سے ہے

☆☆☆

O

آج کے زمانے میں دوستی سے خطرہ ہے
ہر قدم پہ لٹنے کا رہبری سے خطرہ ہے

جو بھی آپ سے پوچھے کیا کسی سے خطرہ ہے
اُس سے آپ یہ کہہ دیں اب سبھی سے خطرہ ہے

نفرتوں کا جلتا ہو جن میں تیل اے یارو
ہم کو اُن چراغوں کی روشنی سے خطرہ ہے

جانور سے دُنیا میں جانور نہیں ڈرتا
آدمی کو اے یارو آدمی سے خطرہ ہے

دعائیں

سلیمؔ امروہوی کی دعوت پر کئی بار
حسن آرا ٹرسٹ کے پروگراموں میں دہلی آنا ہوا جن
میں اُن کا کافی ساتھ رہا
اورجن کے شعری ذوق نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔
ان کی شاعری ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اس لیے آئندہ
خوب ترکی امید ہے۔ میری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

احمد فرازؔ (پاکستان)
۱۴ اپریل 08 دہلی

میرے گھر میں وہ شعلے چاہتے ہیں بھڑکانا
جن کو اپنے جلنے کا چاندنی سے خطرہ ہے

دل کا توڑ کر مندر جو ادا کری جائے
زندگی تجھے ایسی بندگی سے خطرہ ہے

اسطرح جھکایا ہے میں نے سر کو پانی کے
اب ہر ایک دریا کو تشنگی سے خطرہ ہے

☆☆☆

O

ایسا خُدا نہ اب کوئی منظر دکھائی دے
جس میں کوئی بھی جلتا ہوا گھر دکھائی دے

اب تو ہر اک زبان پہ پھولوں کی بات ہو
اب ہاتھ میں کسی کے نہ پتھر دکھائی دے

اب آستین کو نہ بنائے کوئی نیام
ہاتھوں میں بھی کسی کے نہ خنجر دکھائی دے

رہزن کو تو سزا ہے مگر اِس کو کیا کریں
جب لوٹتا ہوا کوئی رہبر دکھائی دے

اب آسماں پہ میری نگاہوں کو ہے تلاش
پھر امن و آشتی کا کبوتر دکھائی دے

جب عقل پر بندھی ہوں تعصب کی پٹّیاں
سچ بات پھر کسی کو بھی کیونکر دکھائی دے

پھولوں کی سیج سب کا مقدّر نہیں مگر
فٹ پاتھ پر بھی کوئی نہ بستر دکھائی دے

لازم ہے زندگی کے اندھروں کے واسطے
نیزے پہ آفتاب کا پھر سر دکھائی دے

☆☆☆

O

بک رہا ہے قلم صداقت کا
حال کیا ہو گیا عدالت کا

مندروں مسجدوں کی پامالی
بن گیا کھیل اب سیاست کا

دل دُکھا کر کسی کا کرلوگے
فائدہ کیا ہے اِس عبادت کا

وہ مزاجاً ہے شر پسند بہت
ہے لبادہ مگر شرافت کا

انتخاب آیا تو یہ دہشت گرد
بولے موقع دیں اب قیادت کا

بھیک مانگی تو یہ ملا منصب
رعب مت جھاڑیے وزارت کا

بے گناہ چڑھ رہے ہیں اب سولی
وقت کیا آگیا بغاوت کا

ہر خبر میں ہے اس کی بے باکی
دیکھ لو پرچہ تم 'صحافت' کا

اے سلیم آپ نے اشاروں میں
حال کہہ ڈالا سارے بھارت کا

☆☆☆

O

انسانیت سے جن کو نہیں پیار دوستو
اُن کو سمجھ رہے ہو مدد گار دوستو

کنبہ جسے سمجھتا تھا بیکار دوستو
نکلا وہی درخت تو پھل دار دوستو

ہیں گرم جب سے موت کے بازار دوستو
ٹھنڈے پڑے ہیں ملک میں تہوار دوستو

جب ملک چھوڑنے کو ہو تیار دوستو
بہتر یہ ہے کہ چھوڑ دو سنسار دوستو

جسکا جوان لال مرا کیا اُسے بھلا
دے گی معاوضہ کوئی سرکار دوستو

جس نے کیا ہے خون عدالت کے حکم کا
پہنے ہوئے کھڑا ہے وہی ہار دوستو

ظلم و ستم زمانے میں اب حد سے بڑھ گیا
مانگو دعا کہ آئے وہ تلوار دوستو

بچّوں کو لے کے گھر سے جو اپنے نکل پڑے
دیکھا نہیں تھا آج کا اخبار دوستو

☆☆☆

ستم پر وہ ستم یہ ڈھا رہی ہیں
ہمارا حال پوچھے جا رہی ہیں

جن آنکھوں نے کیا تھا ہم کو پاگل
وہی آنکھیں ہمیں سمجھا رہی ہیں

تمہاری طرح یہ زلفیں تمہاری
ہمارے سامنے بل کھا رہی ہیں

روانہ کیا ہوئے پردیس کو تم
یہ آنکھیں ہیں کے برسے جا رہی ہیں

زمانے بھر میں ہم کو کر کے رسوا
وہ ہم سے آج کل شرما رہی ہیں

سلیم اب حالِ دل تم اپنا لکھ دو
سُنا ہے وہ غزل منگوا رہی ہیں

☆☆☆

○

سہما سہما ہر اک بشر دیکھیں
آپ کے راج میں یہ ڈر دیکھیں

کر چکے طنز آپ دُنیا پر
اب گریباں میں جھانک کر دیکھیں

وہ مزاجاً کرے گا کام اپنا
آپ باتوں میں اُس کی شر دیکھیں

ایسے رستوں پہ مت اُڑان بھریں
آپ کے کٹ نہ جائیں پر دیکھیں

وہ محبت کی بات کرتا ہے
اُس کی باتوں میں آن کر دیکھیں

آج مٹی کے نیچے تنہا ہے
کام آیا نہ مال و زر دیکھیں

چین ملتا ہے دل کو خود ہی سلیم
بات حق کی تو بول کر دیکھیں

☆☆☆

روشن دِیا

نورِ نظر سلیم مرے لختِ دل سلیم
بادِ صبا کہوں تجھے ٹھنڈی ہوا کہوں
بھٹکے مسافروں کے لیے رہنما لکھوں
تجھ کو اندھیری رات کا روشن دیا کہوں
اے کیفؔ میں سلیم کے منجملہ کیا لکھوں
اپنی غزل کا مطلعِ رنگیں نوا کہوں

کیفؔ بھوپالی

امروہہ

1981ء

O

اُس سے آنکھ ملائی ہے
جس کے دل میں کھائی ہے

آج میں خوش اِس بات سے ہوں
وہ مجھ سے شرمائی ہے

چین سے وہ بھی بیٹھا کب
جس نے آگ لگائی ہے

میری غزل سننے کے بعد
کیا اُس کو نیند آئی ہے

شاید اُس نے یاد کیا
مجھ کو ہچکی آئی ہے

اُن سے آنکھ ملائے وہ
جس کی شامت آئی ہے

☆☆☆

آدمی جو کسی کا دشمن ہے
اپنی ہی زندگی کا دشمن ہے

جو ترستا تھا روشنی کے لئے
اب وہی روشنی کا دشمن ہے

جس کو جینا سکھا دیا میں نے
وہ میری زندگی کا دشمن ہے

چوٹ کھائی ہے اُس نے پھولوں سے
اس لئے ہر کلی کا دشمن ہے

عشق کرنا سکھا دیا جس نے
کس لئے عاشقی کا دشمن ہے

آئینہ دیکھتا نہیں ہے جو
بس وہی شاعری کا دشمن ہے

ساتھ رہتا ہے دوستوں کی طرح
ہاں مگر دوستی کا دشمن ہے

کیا لکھو گے غزل سلیم کہ اب
آدمی آدمی کا دشمن ہے

☆☆☆

خوشی یہ یوں منائی جارہی ہے
نئی دنیا بسائی جارہی ہے

بہت سے لوگ بے گھر ہو گئے ہیں
عمارت اک بنائی جا رہی ہے

کہیں انسان بھوکے مر رہے ہیں
کہیں دولت بڑھائی جا رہی ہے

وہاں کوئی ترقی کیا کرے گا
جہاں عورت جلائی جا رہی ہے

بتاتا ہے یہ سمجھوتا تمھارا
کوئی سازش رچائی جا رہی ہے

بہا کر خوں غریبوں کا سڑک پر
فقط کرسی بچائی جا رہی ہے

بچی تھی اک بزرگوں کی نشانی
حویلی وہ بھی ڈھائی جا رہی ہے

سلیم اس راہ میں کانٹوں کا بن ہے
جو اب تم کو دکھائی جا رہی ہے

☆☆☆

O

نہ تو دیوار نہ چھت اور نہ در دیکھے ہیں
یہ وہ بچّے ہیں جنھوں نے نہیں گھر دیکھے ہیں

آج دو وقت کی روٹی کے لئے ہیں محتاج
جن کے اجداد نے قدموں تلے سر دیکھے ہیں

جب بھی تعریف سنا کرتا ہوں میں سوچتا ہوں
میں نے جلتے ہوئے اِس ملک میں گھر دیکھے ہیں

جس نے حیوان کو انسان بنانا چاہا
نوکِ نیزہ پہ بلند ہم نے وہ سر دیکھے ہیں

☆☆☆

O

کوئی بتا دے ہم کو اتنا دل کیوں کسی پر آئے ہے
پھر یہ دوانی دُنیا آخر کیوں ہم کو سمجھائے ہے

کیوں آخر سمجھایا جائے کیوں آخر تڑپائے ہے
عشق میں یارو کون کسی کے روکے سے رک جائے ہے

میرے دل کا حال وہ جانے اُس کے دل کو میں جانو
اور یہ حالتِ دل پھر آخر کون کسے بتلائے ہے

کیا بتلاؤں دل کی حالت میرے دل کا حال یہ ہے
نام جو اُس کا آئے کہیں پر میرا دل گھبرائے ہے

کیا یہ دلیلِ عشق نہیں ہے خود ہی تم بتلاؤ سلیم
جب کہیں اُس کا ذکر ہے آتا نام مرا آجائے ہے

☆☆☆

O

بغور وہ سن رہے ہیں ہم کو اور اشک پیہم بہا رہے ہیں
بتا کے جگ بیتی آج اُن کو ہم آپ بیتی سنا رہے ہیں

بکھر رہے ہیں اداس شب اور خیالِ جاناں کے درمیاں ہم
ستارے ہم کو سلا رہے ہیں خیال ہم کو جگا رہے ہیں

مچی ہے اُنکے بھی دل میں ہلچل ہوا ہے اب میرا فن مکمل
سنا ہے میں نے کہ آج کل وہ مری غزل گنگنا رہے ہیں

وہ راستے جن پہ ہم ملے تھے وہ راستے جن پہ ہم چلے تھے
وہ راستے مجھکو تنہا پاکر سبھی میرا منہ چڑا رہے ہیں

کبھی تو توفیق دے خُدایا کبھی تو دیکھیں وہ اپنا چہرہ
جو اپنی باتوں کے آئینے میں سبھی کا چہرہ دکھا رہے ہیں

☆☆☆

O

ننگی بھوکی بستی ہے
پھر بھی کتنی مستی ہے

پیسہ پھیک کے دیکھ مزا
شہرت کتنی سستی ہے

یہ دُنیا داری مجھ کو
ناگن بن کر ڈستی ہے

جو بھی حق کی بات کرے
دُنیا اس پر ہنستی ہے

جوش میں دل کے بھول گیا
اِس رستے میں پستی ہے

ڈھلتا سورج دیکھ ذرا
کیا تیری یہ ہستی ہے

یہ دُنیا کیا دُنیا ہے
جو بس طعنے کستی ہے

اِتنا اونچا اُڑ نہ سلیمؔ
دیکھ تو نیچے پستی ہے

☆☆☆

پاکستان کے مشہور شاعر وصحافی نقوش نقوی مدیر اعلیٰ ماہنامہ 'سخنور' کراچی کی مشہور تاریخی تصنیف 'تذکرۂ شعرائے امروہہ' کے صفحہ 717 اور 718 پر دیا گیا تعارف اور نمونہ کلام

سید سلیم حیدر نقوی

سلیم حیدر سلیم ''محلہ مجاپوتہ'' کا تعلق اولاد حضرت سید شرف الدین شاہ ولایتؒ سے ہے۔ آپ کی ولادت ۳۰ رجون ۱۹۷۳ء کو امروہہ میں ہوئی۔ آپکے والد کا اسم گرامی سید نور الحسن نقوی تھا۔

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے معلم اردو کیا اور ڈپلوما انجینئرنگ میں کیا ہے۔ آپ اس وقت بحیثیت فوٹو جرنلسٹ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ سلیم صوفی کلچرل اکیڈمی انڈیا کے سکریٹری، بہادر شاہ ظفر فاؤنڈیشن دہلی کے سکریٹری اور فاؤنڈیشن رکن وسکریٹری حسن آرا ٹرسٹ ہیں۔

حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ دوردرشن، آل انڈیا ریڈیو، ای ٹی وی اور دیگر چینلوں میں آپ اپنا کلام نذر ناظرین کرتے رہتے ہیں۔ سلیم ہندوستان کے علاوہ بیرون ہندوستان بھی مشاعروں میں شرکت کرتے رہتے ہیں۔ آپ کا کلام صحافت، عالمی سہارا، ایوانِ اردو کے علاوہ دیگر ادبی رسائل اور جرائد میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ جب کہ اردو اکیڈمی دہلی کے طرحی اور غیر طرحی مشاعروں میں بھی شرکت رہتی ہے۔

شعر گوئی میں آپ ڈاکٹر عظیم امروہوی کے شاگرد ہیں۔

O

آپ جب بھی قریب آتے ہیں
در و دیوار مہک جاتے ہیں

جب سے دیکھا ہے آپ کو ہم نے
آپ کے ہی خیال آتے ہیں

عرش پر چاند جب نہیں ہوتا
کب ستارے یہ جگمگاتے ہیں

اور بھی لوگ ہیں زمانے میں
بس ہمیں آپ ہی تو بھاتے ہیں

پیار میں یہ دکھا دیا ہم نے
پیار کرتے ہیں تو نبھاتے ہیں

یہ سلیمؔ آپ کا تھا آپ کا ہے
لوگ یونہی تو خار کھاتے ہیں

☆☆☆

O

شاعری کیا ہے کیا بتائیں تمہیں
شعر میں حالِ دل دکھائیں تمہیں

زندگی کے مزے یوں لیتے رہیں
تم جو روٹھو تو ہم منائیں تمہیں

جس طرح تم ہمیں ستاتے ہو
ہم بھی کیا اِس طرح ستائیں تمہیں

کیا محبت میں ایسا ہوتا ہے
کیا کبھی ہم بھی آزمائیں تمہیں

تم نے ہمکو بھلا دیا ہوگا
ہم بھلا کیسے بھول جائیں تمہیں

میری آنکھوں نے کہ دیا سب کچھ
حالِ دل اور کیا سنائیں تمہیں

کیا ضروری ہے اب سلیمؔ میاں
عشق کی داستاں سُنائیں تمہیں

☆☆☆

○

جس کی یادوں نے مجھ کو گھیرا ہے
میرے اللہ کیا وہ میرا ہے

زندگی کیا اسی کو کہتے ہیں
کوئی تیرا ہے اور نہ میرا ہے

بولتی آنکھیں کہہ گئیں مجھ سے
تیری یادوں کا دل میں ڈیرا ہے

اپنی زلفیں سنبھالئے صاحب
چاروں جانب بہت اندھیرا ہے

دل کی باتوں کو بھول جاؤ سلیم
ریت کے شہر میں بسیرا ہے

☆☆☆

O

موسمِ خار یا بہار میں ہے
زندگی تیرے اختیار میں ہے

جیت کر یہ مجھے ہوا احساس
زندگی کا مزا تو ہار میں ہے

پیار کی باتیں لوگ بھول گئے
اب ہر اک شخص انتشار میں ہے

اب کسی پر یقین ہو کیسے
جس کو دیکھو وہ لوٹ مار میں ہے

آج کہہ دینا تم سلیم اُس سے
جو بھی اِس قلبِ بیقرار میں ہے

☆☆☆

○

خیالوں میں مسلسل آ رہے ہو
تم اپنی یاد سے تڑپا رہے ہو

مجھے کل راستے میں تم ملے تھے
یہ بولے دوست پی کر آ رہے ہو

بچھڑ کر کہہ رہے ہو خیریت ہے
سراسر جھوٹ بولے جا رہے ہو

سبھی سے ہنس کے باتیں کر کے سب کے
خیالوں میں محل بنوا رہے ہو

تمہارا بس نہیں جب اپنے دل پر
ہمیں کیوں اِس قدر سمجھا رہے ہو

تمہاری اس ادا میں ہے محبت
جو میرے سامنے شرما رہے ہو

ہمارے ساتھ ہمدردی ہے تمکو
یہ آخر کیوں ہمیں دکھلا رہے ہو

سلیمؔ اب اپنے دل پر رکھو قابو
سبھی کیوں راز کھولے جا رہے ہو

☆☆☆

عجیب چہرا ہے ماہتابی جسے تصوّر میں پا رہا ہوں
نہ جانے کیوں مسکرا رہا ہوں نہ جانے کیا گنگنا رہا ہوں

جو اپنی دُنیا بسا چکے ہیں جو مجھ کو کب کا بھلا چکے ہیں
مگر یہ میں نے سنا ہے اب بھی میں اُن کی نیندیں اُڑا رہا ہوں

ملے ہیں مدّت کے بعد پھر بھی وہ سامنے ہیں مگر یہ دیکھو
نہ مجھ کو وہ کچھ سنا رہے ہیں نہ اُن کو میں کچھ بتا رہا ہوں

یہ مجھکو ہچکی جو آرہی ہے وہ دل کی دُنیا سجا رہی ہے
مجھے تو وہ یاد ہی تھے لیکن انھیں بھی میں یاد آرہا ہوں

اُسے نہ آنا تھا اور نہ آیا مری یہ دیوانگی تو دیکھو
میں پھر بھی رستے کو تک رہا ہوں میں پھر بھی گھر کو سجا رہا ہوں

یہ کیسی قسمت ہے جس نے ہم کو جدا کیا ہے برا کیا ہے
مجھے بھی وہ یاد آرہے ہیں انہیں بھی میں یاد آ رہا ہوں

جو مجھ پہ احباب کے ستم تھے وہ اب کرم میں بدل رہے ہیں
یہ رنگ لایا ہے صبر میرا جو خُود کو محفوظ پا رہا ہوں

سمندروں کی ہوئی نہ ہمت کبھی جو میرے قریب آتے
تو موجِ دریا نہ سوچ لینا کہ ریت پر گھر بنا رہا ہوں

سلیم اُن سے نہ کہہ دے کوئی کہ ان دنوں میرا حال یہ ہے
''شکستہ پا راہ میں کھڑا ہوں گئے دنوں کو بلا رہا ہوں''

☆☆☆

ستم پر وہ ستم یہ ڈھا رہے ہیں
ہمارا حال پوچھے جا رہے ہیں

جن آنکھوں سے کیا تھا ہمکو پاگل
اُنہی آنکھوں سے وہ سمجھا رہے ہیں

تمہاری طرح یہ گیسو تمھارے
ہمارے سامنے بل کھا رہے ہیں

روانہ کیا ہوئے پردیس کو تم
یہ آنسو ہیں کہ برسے جا رہے ہیں

زمانے بھر میں ہم کو کر کے رسوا
وہ ہم سے آج کل شرما رہے ہیں

سلیم اب حالِ دل تم اپنا لکھ دو
سُنا ہے وہ غزل منگوا رہے ہیں

☆☆☆

نمونۂ کلام ملاحظہ کیجیے ۔

میں جس کی خاطر ہر ایک لمحہ دہک رہا ہوں پگھل رہا ہوں
وہ ایک پتھر کی ایسی مورت کہ جس پہ کوئی اثر نہیں ہے

مرا یہ حال بنا کر وہ سب سے پوچھتا ہے
ذرا بتاؤ یہ دیوانہ وار کب سے ہے

پرکھوں کی حویلی کو بچانا ہی پڑے گا
اب شہر میں اپنی کوئی پہچان نہیں ہے

اپنا رشتہ تو اس زمین سے ہے
سلسلہ جس کا صابرین سے ہے

آپ کی جب سے مہربانی ہے
دل کے ہر زخم پر جوانی ہے

ستم تو یہ ہے کہ احسان کر دیا جس پر
سلیم ہم نے اسی سے فریب کھایا ہے

چاہنے والوں میں سلیم اس کے
ہم بھی اپنا شمار کرتے ہیں

☆☆☆

○

جب سے گھر کو بانٹا ہے
دونوں طرف سناٹا ہے

سن کر بھوک نہیں لگتی
اتنا مہنگا آٹا ہے

پھولوں کو بس دیکھا ہے
پاؤں میں میرے کانٹا ہے

اس کی کیا پہچان کریں
جس کے منہ پر ڈھاٹا ہے

یہ رہبر اس دور کا ہے
تھوک کے جس نے چاٹا ہے

وہ کیا جانے پیار ہے کیا
جو کہتا ہو گھاٹا ہے

کیا کیا کہتے رہتے ہو
کیا کتے نے کاٹا ہے

☆☆☆

O

پہلے اک بار مل لیا جائے
پھر کوئی فیصلہ کیا جائے

کر لیا عہد ہم نے ملنے کا
اب زمانے سے کیا ڈرا جائے

مجھ سے ملنے وہ آج آئے ہیں
آج کے دن تو جی لیا جائے

دوست ہی دے رہے ہوں جب دھوکا
پھر بھروسے کا کیا کیا جائے

یہ میرے دوستو کا تحفہ ہے
زخم یہ کس طرح سیا جائے

شہر کا حال اب برا ہے سلیم
جاکے جنگل میں اب رہا جائے

☆☆☆

O

نہیں ہے دل پر بس اب کچھ
کیا کہہ دوں اس سے سب کچھ؟

کہہ کر حالِ دل اس سے
چین ملا دل کو اب کچھ

دیکھا ہے ہنس کر اس نے
آج مہرباں ہے رب کچھ

میں سمجھا وہ بھول گیا
یاد ہے اس کو پر سب کچھ

ہر لمحہ وہ یاد آیا
ایسی گزری ہے شب کچھ

اُس کی گلی میں آجانا
اِن قدموں کو ہے ڈھب کچھ

پیار کے ہیں سب دشمن کیوں؟
جرم کیا ہم نے کب کچھ

تم نے سلیم ان شعروں میں
کہہ ہی دیا آخر سب کچھ

☆☆☆

آج جو عزّت والا ہے
اُس کے منہ پر تالا ہے

اس کو جھڑکنا مت ہر گز
ہاتھ میں جس کے پیالہ ہے

ذمہ داری نے جکڑا
جب سے ہوش سنبھالا ہے

ہر دم اتنا یاد رہے
ایک دیکھنے والا ہے

یہ بھی ایک کرشمہ ہے
گورے گھر میں کالا ہے

ملا اور پنڈت کے پاس
ایک رنگ کی مالا ہے

پہنچ گیا وہ منزل پر
پاؤں میں جس کے چھالا ہے

اس کی عزت کس نے کی؟
ہاتھ میں جس کے بھالا ہے

ساری بستی ہے چھت پر
چاند نکلنے والا ہے

خوب کہے اشعار سلیم
اک اک شعر نرالا ہے

☆☆☆

گیت

گیت

جل رہے ہیں گھر اور لُٹ رہی ہے آبرو
دیش کے رہبر میرے ہو رہے ہیں سرُخ رو

کتنے لوگ مرگئے کوئی نہیں ہے حساب
کرسی پہ بیٹھے ہیں جو دینگے کیا اس کا جواب
بھائی کا بھائی یہاں کیوں بہائے ہے لہو
جل رہے ہیں گھر

ہر طرف فساد ہے ہر طرف زوال ہے
مر رہا غریب ہے بس یہی ملال ہے
آگ اگلتی زباں کیسے کریں گفتگو
جل رہے ہیں گھر

چور کو عزّت ملے کیسا یہ سماج ہے
ڈر محافظوں سے ہے کون سا یہ راج ہے
کیسے جئیں گے یہاں اب یہ کرو جستجو

جل رہے ہیں گھر

ناری کا بھارت میں تو اچھا اک مقام تھا
لکشمی سمجھتے تھے کتنا احترام تھا
اِس نئے زمانے میں جل رہی ہے کیوں بہُو

جل رہے ہیں گھر

☆☆☆